

کبیر صاحب

کبير صاحب

مؤلفه

پلڌت ملوهر لال زُتشي

إله آباد

هندوستانى اينڊيائي - يو - پي

۱۹۳۰ ع

Published by
The Hindustani Academy, U. P.,
Allahabad.

१ २ ३ ४ ५

६ ७ ८ ९ १०

First Edition.

Price, Rs. 2/-

Printed by Rashid Khan
at the Minerva Press,
Daryabad, Allahabad.

فہرست مضامین

صفحہ

۱	مذہب
۱۱	ہندو مذہب کا ارتقا
۲۶	ہندو مذہب کے اصول
۳۸	کبیر صاحب کے حالات
				کبیر صاحب کی تعلیم اور تلقین
۷۸	(۱) توحید
۹۳	(۲) بھکتی اور پریم
۱۰۷	(۳) مذہب کی نمائش
۱۱۳	(۴) تئاسنخ (آواگون)
۱۱۶	(۵) ہندو مسلمانوں کا میل
۱۱۹	(۶) متنفذ
۱۲۵	کبیر صاحب کی شاعری
۱۳۹	کبیر پلٹھ
۱۴۲	کتابوں کی فہرست
۱۴۹	انڈکس

مذہب

مذہب عالمگیر ہے اور اُس کی سہکڑوں قسمیں ہیں - مشرق کے حکیم اور مغرب کے فلسفی اس کی تعریف مختلف الفاظ میں کرتے ہیں ، اور اپنے بیانات میں بڑی بڑی باریکیاں پیدا کرتے ہیں - میرے نزدیک اُن باریکیوں میں پڑنا اور ان کی مو شکافیاں کرنا عبث ہے - سیدھے سادھے طور پر یوں کہئے کہ مذہب کے معنی ہیں احساس ہونا ایسی قوت یا قوتوں کا جو انسان سے بالاتر ہیں - جو اُس کو نفع اور ضرر پہنچا سکتی ہیں ، اور جن سے نفع حاصل کرنے کے لئے اُن کو خوش رکھنا اور ضرر سے بچنے کے لئے کوئی ایسا فعل نہ کرنا جس سے وہ ناخوش ہوں اس کے واسطے لازم ہے - تاریخ اور تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب نے دنیا میں طرح طرح کی صورتیں اختیار کی ہیں - کسی زمانہ میں کچھ تھا ، اور کسی زمانہ میں کچھ - ایک ملک میں اس کی ایک ہیئت ہے اور دوسرے ملک میں دوسری - کہیں چاند ، سورج ، سیاروں اور ستاروں کی پرستش ہوتی ہے کہیں بت اور تصویریں پوجی جاتی ہیں - کوئی گروہ پہاڑوں اور دریاؤں کو متبرک خیال کرتا ہے ، کوئی قبروں پر چڑھاوے چڑھاتا ہے ، کوئی تزلہٹ کو مانتا ہے ، کوئی توحید کا قائل ہے - کیا عجب ہے کہ پہلے پہل آفتاب کی جہانگیر روشنی اور گرمی ، چاندنی کی تہلک اور سرور ، تاروں بھری رات کے دلکش

مذہب

ملظہر، بجلی کی چمک، اور بادل کی گرج سے متاثر ہو کر انسان نے اجسام فلکی کو مثل اپنے جاندار اور اپنے سے قوی تر سمجھ کر ان سے نفع حاصل کرنے اور ان کے ضرر سے بچنے کے لئے ان کی پرستش شروع کی ہو۔ ایک فرنگی حکیم کی رائے ہے کہ مذہب کی ابتدا خواب سے ہوئی۔ خواب کی حالت میں خواب دیکھنے والا اپنے مقام سے دور دور ہو آیا۔ جب جاگا تو اس نے اپنے ساتھیں سے خواب کا حال بیان کیا۔ اس کے ساتھیں نے اُسے بتایا کہ اس کا جسم جہاں وہ سویا تھا وہیں موجود تھا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا گیا کہ جسم کے علاوہ کوئی اور چیز بھی ہے جو خواب کی حالت میں جسم سے باہر نکل کر جاتی ہے اور کھوم پھر کر جسم میں واپس آ جاتی ہے۔ اس چیز کا نام روح رکھا گیا۔ جب روح ہمیشہ کے واسطے جسم سے الگ ہو جائے اور پھر واپس نہ آئے تو اس حالت کا نام موت ہے۔ سوسائٹی کے نظام کی مناسبت سے روحوں میں بھی مدارج قائم کئے گئے۔ جس سردار یا بادشاہ سے اس کے تابعین خوف کھاتے ہیں، اس کی روح بھی ان کی روحوں سے زیادہ طاقتور ہوئی اور اس میں فائدہ اور نقصان پہونچانے کی قابلیت بھی زیادہ ہوئی۔ لہذا عوام کے لئے لازم ہے کہ اگر زندگی میں اُس سے خوف کھاتے تھے اور اس کی خدمت کرتے تھے تو مرنے کے بعد اس کی روح کو پوچھیں۔ اس خیال سے رفتہ رفتہ ایک ایسی پر مہبت اور پُرشکوہ روح کا تصور پیدا ہوا ہوگا جو سارے عالم پر محیط ہے اور کل دنیا کا نظام جس کے قبضہ میں

ہے۔ اس قسم کے خیالات تو ان لوگوں کے ہیں جو مذہب کو بھی انسان کے دل و دماغ کا ایک کرشمہ خیال کرتے ہیں جس طرح سوسائٹی کے قواعد ترتیب دئے گئے، قانون بنائے گئے، حکومت کے دستور قائم ہوئے۔ اسی طرح مختلف زمانوں میں، مختلف ملکوں میں، مختلف مذہب پیدا ہوئے۔ کہا گیا ہے کہ خدا نے انسان کو اپنی شبیہ کے مطابق بنایا۔ ان حکیموں کا خیال ہے کہ انسان اپنے معبود کو اپنے خیال کے مطابق خلق کرتا ہے۔ جس گروہ کی تہذیب اور تحقیق جس درجہ پر ہوگی، جس طرح کے اس کے رسم و رواج ہوں گے، جن خوبیوں کی اس میں قدر و منزلت ہوگی، اسی قماش کا معبود اس کا دماغ خلق کرے گا۔

دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ نہیں، مذہب ایک خدا داد شے ہے، انسان کے فہم اور دماغ سے بالاتر۔ خداوند ازل نے مختلف زمانوں میں مختلف قوموں میں اپنے پیغمبر بھیجے۔ ان پیغمبروں کو الہام کے ذریعہ سے (موزا الہی کا علم بخشا گیا، اور انہوں نے اپنے پیغام دنیا کو سنائے۔ مذہب کے حقائق فراست انسانی کے اخذ کئے ہوئے نہیں ہیں، اور اسی وجہ سے انسانی آئین یا دستور کی طرح تغیر پذیر نہیں ہیں۔ مذہب خدا کی طرف سے بھیجی ہوئی چیز ہے جو اٹل اور آمت ہے۔ اس کا سلسلہ ازل سے ابد تک قائم ہے اور اس میں عقل انسانی کو دخل نہیں۔ نکتہ چیں اس میں شاخصانہ نکالتے ہیں۔ اتنے مذہب پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ایک مذہب جاری ہوا، پھر حکم الہی سے وہ منسوخ ہو کر اس کی جگہ دوسرا

مذہب جاری کیا گیا - یہ کیوں؟ اس کا کیا ثبوت ہے کہ ہر زمانے میں اور ہر گروہ انسان میں پیہر بھیجے گئے؟ اگر یہ کہا جاتا ہے کہ ایک خاص زمانہ میں خدا نے ایک خاص مذہب جاری کیا اور وہی مذہب برحق ہے اور اس سے انکار کرنے والا کافر ہے، تو ان لوگوں کا کیا حشر ہوگا جن تک وہ پیہم پہنچا ہی نہیں؟ وغیرہ، وغیرہ - خدائی مذہب کے طرفدار ایک حد تک ان اعتراضوں کا جواب دلیل اور منطق سے دیتے ہیں اور آخر میں معترضین کو یہ کہہ کر خاموش کر دیتے ہیں کہ احکام الہی میں چون و چرا کی گنجائش نہیں، مذہب ادراک انسانی سے بالاتر ہے، عقل انسانی محدود ہے اور رموز الہی کے سمجھنے سے قاصر - یہ وہ کوچہ ہے جس میں اطاعت اور خاموشی کے سوا دم مارنے کی مجال نہیں -

مگر ایک دقت پھر بھی باقی رہتی ہے - اگر ان بزرگوں کے فرمانے کے مطابق مذہب کو خدا داد مان لیا جائے اور وید، انجیل، قرآن، وغیرہ کو کلام الہی سمجھا جائے، تو بھی کلام الہی کے معنی اور مطلب سمجھنے کے لئے انسان کے پاس سوائے اُس محدود اور ناقص عقل و فہم کے اور کوئی دوسرا ذریعہ نہیں - کلام الہی تو نازل ہوا مگر اس کے ساتھ اُس کی شرح تو نہیں نازل ہوئی، اور اگر ہوتی بھی، تو جو دقت کلام الہی کے سمجھنے میں پیش آ رہی ہے وہی اس کی شرح کے سمجھنے میں پیش آتی - وید اور قرآن کلام الہی ہوں، مگر وید کے کس منتر کے کیا معنی ہیں اور قرآن

کی کس آیت کا کیا مطلب ہے ، یہ کون بتائے گا - شاید اسی دقت کو دور کرنے کے لئے عیسائیوں کے رومن کیتھولک گروہ نے یہ آئین قائم کیا کہ انجیل کے معنی اور مطلب سمجھنا ہر انسان کا کام نہیں ، جو معنی چرچ یا یوں کہئے کہ پاپائے روم کی طرف سے بتائے جائیں وہی مستند ہیں اور ان کو ماننا لازم ہے - لیکن اصل دقت اس سے بھی رفع نہ ہوئی - پوپ بھی انسان ہے ، اور اس وجہ سے فانی - ایک پوپ جانا ہے دوسرا آتا ہے - اس واسطے ان کے احکام میں اختلاف ہو سکتا ہے - پھر یہ کہ جو معنی و مطلب چرچ یا پوپ کی طرف سے بیان کئے جاویں گے ان کو کون سمجھے گا ؟ غرض کہ کلام الہی کے ماننے والوں کو بھی عقل انسانی کی جانچ پرناں سے مفر نہیں اور خدا کا فرمانبردار سے فرمانبردار بلکہ بھی اپنے فہم و درک سے بے نیاز نہیں ہو سکتا -

یہی وجہ تو ہے کہ ہر مذہب کے پیرو فریق در فریق اور گروہ در گروہ پاشان و پریشان نظر آتے ہیں - وید تو ایک ہے ، پھر چم شاستر کہوں ؟ شہوی ، شاکت اور ویشنو کی تفریق کس واسطے ؟ سناتن دھرمیوں اور آریہ ساجھوں کی معرکہ آرائی کا کیا سبب ؟ قرآن ایک ہے ، مگر معتزلہ اور اشاعرہ کے خونریز جھگڑوں سے اسلامی تاریخ کا کون پوہلے والا واقف نہیں ؟ شیعہ اور سنی کا اختلاف آج بھی موجود ہے - کوئی مقلد ہے ، کوئی غیر مقلد ، کوئی آغا خانی ہے ، اور کوئی اثنا عشری - اسلام ایک ہے ، مگر اس میں بہتر فرقے ہیں ، اور اب شاید اس سے بھی کچھ زیادہ - حافظ نے سچ کہا ہے :

جنگ ہمتاد و دو ملت ہمہ را عذر بندہ
چون ندیدند حقیقت را افسانہ زدند

حضرت عیسیٰ کی تلقین انجیل سے رافع ہے، مگر انجیل کو کلام الہی ماننے والے عیسائیوں کے سیکڑوں گروہ ہیں، اور لطف یہ ہے کہ ہر مذہب کا ہر گروہ اپنے تئیں داز الہی کا آمین سمجھتا ہے اور اپنے سوا سب کو گمراہ جانتا ہے، حتیٰ کہ ایک زمانہ میں اپنے ہی مذہب والوں کو اگر وہ ایک خاص فرقہ اور گروہ سے الگ ہوں قتل کرنا اور زندہ جَلانا ثواب سمجھا جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ انسان ایک جلدکچو جانور ہے، لڑائی جھگڑا اس کی فطرت میں ہے۔ ایک مشرقی حکیم کا قول ہے کہ زن، زمین اور زر یہی تین چھڑیں شر و فساد کا باعث ہیں۔ بادشاہوں کے جنگ و جدل کی خونین داستانیں اور اقوام دنیا کے تصادم کی ہولناک کہانیاں زباں زد خلائق ہیں، لیکن تاریخ عالم شاہد ہے کہ جتنی خونریزی دنیا میں مذہب کے نام سے ہوئی ہے اس سے زیادہ شاید کسی اور وجہ سے نہ ہوئی ہوگی۔

مدعا اس سب کا یہ ہے کہ مذہب الہامی ہو یا انسان کے دماغ کا اختراع، اس کے اصول کی تشریح، اس کے معانی اور مطالب کا سمجھنا، اس کے احکام کی پابندی، ان سب کا انحصار انسان کی عقل اور فہم پر ہے۔ یہی وجہ اختلاف مذاہب کی ہے، اور یہی بنا مذہب کے ارتقا کی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ تغیر اور تبدل، آگے بڑھنا اور کبھی کبھی پیچھے ہٹنا، انسانی تمدن اور انسانی تہذیب کا جزو ہے۔ کسی خاص

زمانہ میں انسانوں کا ایک گروہ اپنی ضروریات کے پورا کرنے کے واسطے ایک خاص تمدن یا تہذیب قائم کرتا ہے، سوسائٹی کے مدارج قرار پاتے ہیں، قانون بنتا ہے، علوم و فنون رائج ہوتے ہیں، ملکداری کے دستور اور سہاست کی پالیسی قائم ہوتی ہے۔ سو دو سو برس تک سوسائٹی اس تمدن کے زیر فرمان کلم کرتی ہے۔ ایک زمانہ گزرنے کے بعد اس بات کا احساس شروع ہوتا ہے کہ اب اس تمدن میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ جس طرح جوانی میں بچپن کے کپڑے تھیک نہیں ہوتے اسی طرح انسانی دماغ اور انسانی اخلاق ترقی کر کے مروجہ تمدن کی حد سے آگے نکل جاتے ہیں۔ اس کا احساس پہلے عوام کو نہیں بلکہ خواص کو ہوتا ہے، روشن دماغ اور ذکی الحس افراد قوم اس تغیر کو محسوس کرتے ہیں اور ان میں بے چیلی شروع ہوتی ہے۔ مگر انسان عادت کا غلام ہے۔ جو ہمارے بزرگوں نے سمجھا اور کیا وہی ہمارے واسطے بھی کافی ہے۔ نظام دنیا جس طرح پہلے تھا اسی طرح اب بھی ہے اور ویسا ہی آئندہ بھی رہے گا۔ خیالات اور عادات کا بدلنا تکلیف دہ ہے۔ اسی وجہ سے اصلاح کرنے والوں کی ہمیشہ عوام کی طرف سے مخالفت ہوتی ہے۔ حضرت عیسیٰ کو سولی دی گئی۔ رسول عربی کو جلا وطن ہونا پڑا، سوامی دیانند کو زہر دیا گیا۔ مگر چونکہ تبدیلی اور اصلاح کا تقاضا فطرت انسانی اور قانون قدرت کی طرف سے ہوتا ہے اس واسطے مخالفت کے باوجود نئے خیالات کی اشاعت ہوتی رہتی ہے اور نئے پیشوا کے پیروں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا

ہے، حتیٰ کہ قرون اور بعض اوقات صدیوں کی کشاکش کے بعد اصلاح پسند گروہ سوسائٹی کا نہا آئیں اور نہا دستور بنانے میں کامیاب ہوتا ہے۔ یہی راز ہے انسانی ترقی کا، اور یہی معنی میں اس بے چیلی اور کشاکش کے جو ہر متمدن قوم کی تاریخ میں نظر آتی ہے۔ مذہب کا ارتقا اس کلیہ سے خارج نہیں ہے۔ اور ہندو مذہب کی تاریخ میں اس ارتقا کے مدارج صاف نظر آتے ہیں۔ ویدوں کے رشی اور شاستروں کے بنانے والے، گوتم بدھ اور شنکر آچاریہ، رامانج اور رامانند، کبیر، نانک، چیتن، اور تکا رام، تلسی داس اور سورداس، راجہ رام موہن رائے، اور سوامی دیانند ایک ہی زنجیر کی کڑیاں ہیں۔ جن اصلاحوں کی آج ضرورت محسوس ہوتی ہے، جو سوشل، مذہبی، یا ملکی تبدیلیاں لوگ کرنی چاہتے ہیں، ان کی ضرورت اور بے ضرورتی، حسن و قبح سمجھنے کے لئے اس بات کا سمجھنا لازمی ہے کہ اس زمانہ سے پہلے اس ملک کے مصلحان قوم کو کیا کیا دقتیں پیش آئی تھیں، اور انہوں نے اپنے زمانہ کے عقیدوں کو کس طرح حل کیا تھا۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ہماری قوم کی فطرت بہ حیثیت قوم کے کیسی ہے، اس کا مزاج کس طرح کا ہے، اور نئے خیالات اور نئے اصولوں کو کس شکل اور کس قالب میں قبول کرنے کے لئے وہ آسانی سے آمادہ ہو سکتی ہے۔ مشکل یہ آ پڑتی ہے کہ فرنگیوں کے اقبال ہیبت اور یورپ کی برتری کا نقش ہمارے مغلوب اور افسردہ دلوں پر کچھ ایسا بیٹھ گیا ہے کہ اپنے یہاں کی کوئی چیز بھاتی

ہی نہیں اور اپنے دیس کا بڑے سے بڑا آدمی مغربی تہذیب کی مہزان میں سبک نظر آتا ہے۔ غضب یہ ہے کہ تعلیم یافتہ اور پڑھے لکھے ہندوستانی اپنی زبان، اپنے مذہب، اور اپنی تہذیب سے نہ صرف بے خبر ہیں بلکہ مشرقی حکمت اور مشرقی تمدن کو قابل التفات ہی نہیں سمجھتے۔ آج ایک گروہ ایسا بھی پیدا ہو گیا ہے جو سیاسی شوروں اور سیاسی مخالفت کی بنا پر انگریزوں سے سخت ناراض ہے، مگر دل اور دماغ دونوں پر ایسا چوکھا مغربی رنگ چڑھا ہوا ہے کہ انگریزوں سے منافرت کے پردے میں بھی مغربی اداؤں کی جھلک نظر آتی ہے۔ اور انگریزوں کو گالیاں بھی دی جاتی ہیں تو مغربی لہجہ میں۔ انگریزوں کے خلاف غم و غصہ کا اظہار ہوتا ہے، مگر اپنی چیزوں سے اب بھی وہی مغائرت ہے اور اپنے بزرگوں کے کارناموں اور اپنے اسلاف کی سحرکاریوں سے اب بھی وہی لاعلمی ہے جو پہلے تھی۔

جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں، ہندوؤں کی تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے یہاں قریب قریب ہر زمانہ میں ایسے روشن دماغ اور عالی خیال بزرگ پیدا ہوتے رہے ہیں جو معینہ شاہراہ سے ہٹ کر چلتے تھے، فرسودہ خیالات کی گتھیوں کو سلجھانے کی کوشش کرتے تھے اور رسم و رواج، ریاکاری اور مذہبی نمائش کی بھڑیوں کو کٹ کر آزاد روی اور حق پرستی کی تلقین کرتے تھے۔ میرے خیال میں اس برگزیدہ گروہ میں کبھر صاحب کا درجہ نہایت ممتاز ہے، اور اسی وجہ سے

میں نے ان کے سوانح اور ان کی تلقین کے معتق کچھ
عرض کرنے کی جرات کی ہے -

ہندو مذہب کا ارتقا

سائنس کے ماہر کہتے ہیں کہ کرۂ زمین کو وجود میں آنے ہوئے کروڑوں برس ہو گئے اور حضرت انسان اس پر لاکھوں برس سے آباد ہیں۔ متمدن اقوام کے پاس جو تحریری دستاویزیں ہیں وہ چند ہزار برس سے زیادہ کی نہیں، مگر انسان نے ان سے پہلے کی حالت کا بہت کچھ کھوج لکایا ہے۔ پرانی عمارتیں پرانے سکے اور کتبے زمین کے نیچے دے ہوئے پرانے شہروں کے کھنڈر حتیٰ کہ زبان انسانی کے الفاظ، ان سب کی جانچ پرتال کی جاتی ہے، اور ان کو میزان عقل میں تول کر مختلف اقوام کی تہذیب اور شائستگی کے متعلق نتائج اخذ کئے جاتے ہیں۔ فرنگی حکیموں نے ایشیا اور یورپ کی مختلف زبانوں پر جب غور کیا تو ان کو معلوم ہوا کہ سنسکرت، فارسی، یونانی، لاطینی، اور جرمن زبانوں میں بہت سے الفاظ ہیں جو اس قدر ملتے جلتے ہیں کہ وہ ایک ہی ماں کی اولاد معلوم ہوتے ہیں۔ کوئی زمانہ ہوگا کہ جب آریں قوم جس کی یہ مختلف شاخیں ایشیا اور یورپ میں آباد ہیں، وسط ایشیا میں رہتی تھی اور وہیں سے مختلف ممالک میں پھیلی۔ اس قوم کی سب سے پرانی دستاویز رگ وید ہے جو ہندوستان کے آریوں کے پاس محفوظ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آریہ افغانستان سے گذر کر پنجاب میں آباد ہوئے تو وہ شائستگی اور

تمدن کے اکثر مراحل طے کر چکے تھے۔ ان کے مذہب میں مظاہر قدرت کو دیوتاؤں کا درجہ دیا گیا تھا۔ ان کو وہ انسان سے بہتر اور برتر سمجھتے تھے اور اپنا یار و مددگار خیال کرتے تھے۔ وہ ان دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے اور ان سے اپنے دشمنوں پر فتح پانے کے واسطے اور اپنے جاہ و عروج کے لئے دعائیں مانگتے تھے۔ رگ وید کے بعض منتروں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کرنے والا اس وقت ایک خاص دیوتا کو جس کی وہ عبادت کر رہا ہے سب سے افضل سمجھتا ہے اور انہی دیر کے واسطے وہ اور دیوتاؤں کے وجود کو بھول جاتا ہے۔ ان کے دیوتاؤں کی کثرت میں بھی وحدت کا راز مخفی تھا۔ رگ وید میں ایسے منتر موجود ہیں جن میں متحض ایک وحدہ لا شریک ذات کا ذکر ہے اور اس کو سب سے اعلیٰ اور کل کائنات کا خالق قرار دیا گیا ہے۔ عبادت کے ذرائع غالباً دو تھے ایک تو دیوتا کی ثنا و صنت اور اس کی درگاہ میں اپنی حاجتوں کا اظہار دوسرے یگ۔ یگ ہندوؤں کی پوجا کا نہایت ممتاز جزو ہے اور اس کا رواج ہندوؤں میں اس وقت تک ہے۔ یوں تو ہر دنیا دار کے واسطے یگ لازم تھا اور مذہب کا جزو لاینفک مگر تہذیب اور ثروت کی ترقی کے ساتھ بعض ایسے یگ بھی وجود میں آئے جن کے کرنے کے لئے بڑے ساز و سامان کی ضرورت ہوتی تھی اور جو صرف راجہ مہاراجہ ہی کر سکتے تھے۔ مثلاً راجسویہ یگ، یعلی جشن شامنشامی یا آشومیدم یگ جس

میں گھوڑے کی قربانی کی جاتی تھی - مذہبی رسوم کا ادا کرنا تو ہر آریہ کا فرض تھا - مگر جوں جوں تمدن کی ترقی کے ساتھ مذہبی رسوم طویل اور پیچیدہ ہوتے گئے ان کا ادا کرنا مشکل ہوتا گیا - دنیا داروں کو دنیا کے بکھیروں ہی سے فرصت کہاں کہ وہ ہر رسم کی توضیح اور تفصیل یاد رکھیں - آگ کس طرح روشن کرنی ہے ، قربانی کب اور کس طرح کی جائے گی ، کس وقت اور کس آواز سے کون سا ملتر پڑھا جائے گا ، کون سی دعا کس وقت کار آمد ہوگی ، ان باتوں کو سمجھنا اور یاد رکھنا اور ضابطہ اور قاعدہ سے انجام دینا ہر شخص کے امکان میں نہ تھا - اس کمی کو پورا کرنے کے لئے برہمنوں کا گروہ پیدا ہو گیا جن کے سپرد یہ مذہبی خدمت کی گئی ، اور جن کا یہ فرض قرار دیا گیا کہ وہ مذہبی عقائد اور مذہبی علوم کے ماہر ہوں ، اور مذہبی رسوم کو صحیح طریقہ سے ادا کر سکیں - ہر فرد قوم کے لئے ، چاہے وہ راجہ ہو یا پرچا ، یہ ضروری ہو گیا کہ وہ رسوم مذہبی کے ادا کرنے میں برہمنوں سے مدد لے اور ان کی ہدایت پر عمل کرے - ہر علم اور ہر فن بلکہ یوں کہئے کہ دنیا کے ہر کام میں مبصروں (experts) کی نصیحت اور ”دراز دستی“ مشہور ہے - یہ تو مذہب کا معاملہ تھا - تعجب کی کہا بات ہے اگر برہمنوں نے مذہب کے تقدس کو اپنی ذات میں منتقل کر لیا اور اپنے تئیں خالق کائنات کا رازدار اور نوع انسان کا شفیع سمجھنے لگے ؟

صدیاں گذر گئیں، جگ بیت گئے، اور جو حشر ہر انسانی دستور کا ہوتا ہے وہی اس کا بھی ہوا، یعنی وہ دل کی صداقت اور مَن کی لگن جس کا اظہار ان ذرائع پرستش سے ہوتا تھا گھٹلے لگی، اور ان پر تصنع کا رنگ چڑھنے لگا، پوجا پاٹھ، ہون اور یگ لوگ کرتے تھے، مگر رسم و رواج کی بنا پر، یا اپنی امارت کے اظہار کے واسطے جن کے سہلہ میں دل تھا اور دل میں سچا مذہبی ولولہ تھا وہ یہ محسوس کرنے لگے کہ چھلکے کے اندر مغز باقی نہیں رہا اور خالی چھلکا ان کے درد کی دوا نہیں - ان بزرگوں نے ایک دوسرا راستہ گھان کا قائم کیا اور یہ سکھایا کہ موکش یا نجات کا ذریعہ ہے برہم گھان یا علم الہی کا حاصل کرنا اور اپنی اور اپنے معبود کی حقیقت کو پہچاننا - گھان حاصل کرنے کے لئے لوگوں نے ریاضت یا تپ شروع کیا، اور رفتہ رفتہ تپ کو وہی مرتبہ حاصل ہو گیا جو کسی زمانہ میں یگ کو حاصل تھا - دنیا سے منہ موڑ کر جنگل میں چلا جانا اور ”تپسیا“ ریاضت میں عمر گزارنا برگزیدہ اور مذہبی آدمیوں کا یہی مآل زندگی قرار پایا - اس کا بیان اُپنشدوں میں نہایت وضاحت سے ملتا ہے - معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے ایک بڑے گروہ میں ان امور پر غور کرنے کی قابلیت اور شوق پیدا ہو گیا تھا - ہم کہیں پیدا ہوئے؟ کہاں سے آئے؟ کہاں جا رہے ہیں؟ انسانی زندگی کا کیا مآل ہے؟ اور حصول نجات کی کیا تدابیر ہیں؟ کرم کا کیا اثر ہے؟ مایا کے کیا معنی ہیں؟ آرا گون کے

چکر سے کس طرح آزادی مل سکتی ہے ؟ یہ سب سوال ان کے سامنے تھے ، اور جس فراست اور معقولیت کے ساتھ انہوں نے ان مسائل پر بحث کی ہے جیسی بلند اور دیرپا پرواز ان کی بُدھی* کی تھی ، اور جس طرح وہ برہم گیان کے آسمان سے تارے توڑ کر لائے ہیں وہ انہیں کا حصہ ہے ۔ یورپ والے ان کے عقائد کو مانیں یا نہ مانیں مگر مذہب اور فلسفہ کے صحرائے ناپیدا کنار میں ان کی تحقیق اور تجسس کی داد علمائے فرنگ بھی دیتے ہیں ، اور جو کچھ وہ سکھا گئے ہیں اس کا چرچا آج بھی غہروں کی محفل میں ہے ۔

آخر کار قانون قدرت کا عمل ایک مرتبہ پھر ہوا اور جو تپ معبود حقیقی کے پہنچانے اور نجات حاصل کرنے کے واسطے کیا جاتا تھا وہ منحصر دکھانے کے لئے یا حصول نام و نمود کے لئے کیا جانے لگا ، مغز مفقود ہو گیا ، اور کُتے ہڈیاں چھوڑتے رہ گئے ۔ لہذا اصلاح و ترمیم کی ضرورت محسوس ہوئی اور مہاتما گوتم بُدھ کی تعلیم و تلقین کی نوبت آئی ۔

اس سے قبل کہ مہاتما بُدھ کا ذکر کروں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک بات کہ دوں ۔ آریوں میں برہمن اور چھتری یہ دونوں اونچی ذاتیں مانی جاتی ہیں ۔ آریوں کی قوم میں عوام کا نام ویش تھا ۔ برہمنوں اور چھتریوں

کا شمار خواص میں تھا - رفتہ رفتہ برہمنوں نے مذہبی تقدس کی بنا پر اور اسرار الہی کے امین کی حیثیت سے اپنا درجہ چھتریوں سے بڑھا لیا - مگر کتب مذہبی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ درجہ ان کو آسانی سے نہیں حاصل ہوا - چھتری عابد اور زاہد برہمنوں کے ساتھ ساتھ اس کوچہ میں گمزن تھے، اور برہم رشی اور راج رشی کا مقابلہ تھا - بسوامتر اور بششت کے قصہ سے کون ہندو واقف نہیں؟ پرس رام نے ناخوش ہو کر چھتریوں کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کی، لیکن آخر ان کو راجہ رام چندر جی سے جو چھتری تھے ہار ماننی پڑی - ہندو مذہب اور ہندو فلسفہ کی تاریخ میں کسی برہمن مرتاض، کسی برہمن درویش کا درجہ راجہ جنک سے اونچا نہیں ہے - بڑے بڑے رشی اور مئی ان کے سامنے زانوے ادب نہ کرتے تھے اور ان کی شاکردی کو باعث فخر سمجھتے تھے - اسی سلسلہ میں یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہندوستان قدیم کے دو بڑے پیشوایان مذاہب جو مقررہ راستہ سے ہٹ کر چلے اور جنہوں نے مروجہ عقائد سے الگ اپنے مسلک قائم کئے وہ دونوں چھتری تھے، یعنی بودھ مت کے بانی گوتم بڈھ اور جین مت کے بانی مہاویر -

گوتم بڈھ کا زمانہ پانچویں صدی قبل مسیح کا زمانہ ہے - یہ کیل و ستو کے راجہ کے گھر میں پیدا ہوئے اور راجکماروں کی تعلیم پائی، مگر بچپن ہی سے من کو اور ہی لگن لگی ہوئی تھی - باپ نے دنیا داری کی طرف مائل

کرنے کے لئے شادی کر دی - جب لڑکا پیدا ہوا تو گوتم بُدھ نے کہا وہ یہ ایک بلندھن اور بڑھا جسے کائنات پڑے گا - آخر تیس برس کی عمر میں دنیا سے ملہم موز کر جنگل کو سدھارے - اس زمانہ میں علم لدنی کے متلاشیوں کے واسطے ریاضت کا طریقہ جاری تھا - انہوں نے بھی اس کو اختیار کیا - مگر کچھ دن بعد بے سود سمجھ کر چھوڑ دیا - خدا کی قدرت دیکھئے کہ ایک دن جب گوتم بُدھ ایک پیپل کے درخت کے نیچے بیٹھ ہوئے تھے ، ان کے دماغ میں بجلی سی کوند گئی ، مایا کی تاریکی دور ہو گئی ، اور کائنات کا راز آشکارا ہو گیا - وہ سکون قلب ، وہ سرور ابدی ، جس کی تلاش میں وہ برسوں سے سرگرداں تھے ایک لمحہ میں حاصل ہو گیا - اس خوشی اور اس مسرت کا کیا پوچھنا ؟ اس کی قدر کچھ ، وہی سمجھ سکتا ہے جو اس کوچہ میں کبھی دو چار قدم بھی چلا ہو ، اور جس نے اس تلاش و تجسس میں اپنا دل و دماغ صرف کیا ہو - اس دن سے گوتم کا لقب بُدھ قرار پایا ، جس کے معنی ہیں روشن دل اور روشن دماغ - معمولی درجہ کے درویش تو اپنی کامیابی پر خوش ہو کر بیٹھتے ، مگر گوتم کو تو اپنی نجات سے زیادہ دنیا والوں کی نجات کی فکر تھی - وہ دنیا کے مصائب اور تکالیف ، اس کے رنج و غم سے واقف تھے ، ان کے سینہ میں دل تھا اور دل میں درد - جب

اُن کو اس بات کا گمان ہوا کہ حصول نجات کے مروجہ طریقے بے کار ہیں ، حقیقت اور اِملیت کچھ اور ہے ، تو اُن پر فرض ہوا کہ وہ اپنی باقی عمر اس کی تعلیم و تلقین میں صرف کریں ، اور دنیا کو نجات کا صحیح راستہ بتاویں - اور انہوں نے ایسا ہی کیا -

کرم اور آواگون یا تِلَاسُخ کے مسائل پر گوتم بدھ کی تعلیم کی بنا تھی - جو جیسا کرے گا ویسا پائے گا - اچھے اور برے دونوں طرح کے افعال کے نتائج کا بھگتنا لابدی ہے - اور اسی واسطے ہر روح کو بار بار دنیا میں جنم لینا پڑتا ہے - اچھے کرم کے صلہ میں اگر بہشت بھی نصیب ہوئی تو متروکہ مدت کے بعد پھر دنیا میں پیدا ہونا پڑے گا ، اور دنیا کے رنج اور خوشی ، مسرت اور صعوبت برداشت کرنی پڑے گی - اگر غور سے دیکھئے تو جو چیز انسان کو دنیا سے وابستہ رکھتی ہے اور اس کے جھگڑوں سے آزاد نہیں ہونے دیتی وہ ”ترشنا“ یا خواہش ہے - پس نفس امارہ کا مارنا سب سے زیادہ ضروری ہے - اعتدال کی زندگی سب سے اچھی ، نہ نفس امارہ کی غلامی اور نہ اس طرح کی ریاضت جس میں جسم اور جان کو طرح طرح کی ایذا پہونچانی جائے - والدین اور گرو کی اطاعت ، اپنے نفس پر قابو ، ہر انسان کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ اور ساری کائنات پر ترحم کی نگاہ ، بودھ مت کے یہ چار خاص اخلاقی اصول ہیں ، اور ان کی پابندی سے وہ اعتدال و

سکون حاصل ہو سکتا ہے جو نروان یا نجات کا ذریعہ ہے - فلسفی اور حکیم نروان کے مختلف معنی بیان کرتے ہیں ، لیکن فلسفہ اور حکمت کی روشکافیوں کو چھوڑ کر نروان کے سیدھے سادھے معنی معلوم ہوتے ہیں خواہشات نفسانی کو جو رنج و غم ، گداز و عذاب ، کا ماخذ ہیں زیر کرنا اور دنیاوی تعلقات کی زنجیر کو توڑ کر روح کو آواگون کے سلسلہ سے آزاد کر دینا - دنیا نگارخانہ آرزو ہے اور انسان فریب خوردہ ہوا و ہوس - خواہش یا ترشدا تعلق دنیوی کی جو ہے - جب خواہش نہ رہے گی تو دنیا کا تعلق بھی نہ رہے گا - اور جب دنیا کا تعلق نہیں رہا تو روح کو جلم لیلے کی ضرورت باقی نہیں رہتی -

اُس وقت مذہب کی زبان سنسکرت تھی ، اور آریوں کے اعلیٰ طبقہ کے لئے مخصوص تھی - اور برہمن ہی اس کو سمجھ سکتے تھے اور سمجھا سکتے تھے ، مگر گوتم بدھ نے جو کچھ کہا وہ عوام کی زبان میں کہا ، چنانچہ بدھ مت کی کتب مقدسہ پالی زبان میں ہیں ، جو اُس زمانہ میں مگدھ یا بہار میں رائج تھی - گوتم کی تعلیم عوام کے لئے نہیں بلکہ خواص کے لئے تھی ، اور نجات کا راستہ ہر شخص کے لئے بلا قوم یا ذات کی تفریق کے کھلا ہوا تھا - نجات کا وسیلہ یک اور تپ نہیں ، بلکہ ہر شخص کا روزمرہ کا چال چلن اور افعال و اقوال قرار دئے گئے - اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ ذاتوں کی تفریق کی مذہبی بنیاد ہل گئی ، برہمنوں کے تکبر کو سخت

صدمہ پہونچا ، اور ان کی فضیلت تقویم پارینہ ہو گئی ۔ اس وقت بھی جن ملکوں میں بودھ مذہب رائج ہے ، مثلاً لنکا ، برہما ، سیام ، وغیرہ ، وہاں نہ ذات کی تفریق ہے ، نہ کھانے پینے کی چھوت چھات ، نہ برہمنوں کی طرح کوئی گروہ جنت کا موروثی دربان اور انسان کا موروثی شنیع ہونے کا دعویٰ کرتا ہے ۔

تیسری صدی قبل مسیح بودھ مت کے عروج کا زمانہ تھا ۔ چندر گپت کا پوتا اشوک اس وقت مگدھ کا راجہ تھا ۔ اس نے بودھ مت کی اشاعت میں بڑی کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ مذہب چین اور جاپان ، لنکا ، برہما ، اور سیام ، افغانستان ، اور ترکستان تک پھیل گیا ۔ اگر تعصب اور انسانیت کو چھوڑ کر گوش ہوش سے سنئے تو بعض بڑے بڑے مذاہب میں جو اس وقت ایشیا اور یورپ میں پھیلے ہوئے ہیں بودھ مت کے عقائد اور اس کے قانون اور دستور کا اثر آواز باز گشت کی طرح آپ کو سنائی دے گا ۔

سیکڑوں برس تک یہ مذہب ہندوستان پر غالب رہا ، اور جب اس کا زوال شروع ہوا اور ہندو مذہب نے عود کیا تو آٹھویں صدی تک دونوں مذہب ساتھ ساتھ ہندوستان میں جاری رہے ۔ مگر بودھ مت کے بادشاہوں نے کبھی کسی کو زبردستی اپنے مذہب میں شامل کرنے کی کوشش نہیں کی ، اور نہ کبھی اختلاف مذہب کی بنا پر خونریزی کی نوبت آئی ۔ ہاں ، اگر غور سے دیکھئے

تو یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ بودھ مت کے بعض عقائد اور اصول قوم کے دل و دماغ میں اس طرح سے سرایت کر گئے تھے کہ اس مذہب کے زوال کے بعد وہ ہندو مذہب کا جزو بن گئے، اور آج بھی ان کا اثر ہندوؤں کی مذہبی اور سوشل زندگی پر موجود ہے۔

بودھ مذہب کے زوال کے وہی اسباب تھے جو عموماً مذہبوں کے زوال کے ہوا کرتے ہیں۔ گوتھ بدھ کی روحانی تعلیم کو نولوک بھول گئے اور اس کی جگہ بدھ کی مورتوں کو پوجنے لگے، معنی اور مطلب فراموش ہو گئے، محتض الساط کا گورکھ دھندا رہ گیا، اور الناط کے اختلاف پر فرقے اور جتنے قائم ہونے لگے۔ چوتھی صدی عیسوی میں جب گپت خاندان کے راجہ شمالی ہندوستان میں حکومت کرتے تھے اس وقت بودھ مذہب کا زوال اور ہندو مذہب کی نئی زندگی شروع ہو گئی تھی۔ آہویں صدی عیسوی میں شنکر اچارج کے اقباء کا ستارہ چمکا اور اس کے وعظ اور نلتین کا یہ اثر ہوا کہ کدارناتھ سے رامیشورم تک اور جگداتھ سے دوارکا تک ہندو مذہب کا ذبح بیج گیا۔ مگر جو مذہب اب رائج ہوا وہ قدیم آریہ مذہب سے مختلف نہا۔ ویدوں اور شاستروں کو اب بھی لوگ مانتے تھے اور ان کی عظمت کے قائل تھے۔ مگر دلوں پر مہابھارت اور رامائن کا سکھ چلتا تھا اور پرانے دیوتاؤں کی جگہ رام اور کرشن کے اوتاروں نے لے لی تھی۔ اس تبدیلی کے ساتھ بھکتی کے عہدہ کا رواج ہوا۔ کرم اور گھان "تپس" اور دیہانت

سے لوگ واقف تھے، اور ان کو برت چکے تھے۔ اب بھکتی نے لوگوں کے دلوں کو اور دلوں کے جذبات کو اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔ اور بارہویں صدی سے سولہویں صدی تک جو مذہبی پیشوا ہوئے انہوں نے نہایت زور شور سے اسی عقیدہ کو سراہا اور اس کی اشاعت کی۔ شمالی ہندوستان میں رامانند اور ان کے چیلے کبیر، تلسی داس اور سور داس، بنگال میں چیتن، پنجاب میں نانک، اور دکن میں تکارام اس بھکتی کے مذہب کے رواج دینے والے تھے۔ چونکہ اس تحریک کے موجد اور اشاعت دینے والے اکثر ویشنو تھے اس واسطے ہندوستان میں یہ تحریک انہیں کے نام سے موسوم ہے، اور انگریزی مؤرخ بھی اس کو ویشنوازم کہتے ہیں۔

یہ بھکتی کی تحریک گھٹا کے زمانہ سے شروع ہوتی ہے۔ بھکتی وہی چیز ہے جس کو صوفی عشق الہی کہتے ہیں۔ کرم کاند کے پوجا پاٹھ، اور گیان مارگ کے بکھڑوں سے بھکت یکساں آزاد ہے۔ محض محبت کا جذبہ اس کے واسطے کافی ہے، اور اس کو وہ دنیا اور آخرت کا سرمایہ سمجھتا ہے۔ مآل زندگی تو اس کا وہی ہے جو ہر ہندو کا ہے، یعنی آواگون کی قید سے آزاد ہوکر موکش یا نجات حاصل کرنا۔ لیکن اس کے حاصل کرنے کے لئے اس کے پاس بس ایک بھکتی کا ذریعہ ہے جو اس کی ساری روحانی زندگی پر حاوی اور محیط ہے، اور جس کے کیف و سرور پر وہ بے تامل دنیا اور عقبی کو قربان کرنے کو تیار ہے۔

جس تحریک کا میں ذکر کر رہا ہوں وہ کئی باتوں میں اس تحریک سے ملتی جلتی ہے جو سولہویں صدی میں پروٹسٹنٹزم کے نام سے یورپ میں جاری ہوئی تھی۔ یورپ میں پاپائے روم کو یہ دعویٰ تھا کہ مذہب کے معاملہ میں اس کا فیصلہ قطعی اور ناطق ہے، اور اس کے حکم کی نافرمانی خدا کے حکم کی نافرمانی ہے۔ ہمارے ملک میں قریب قریب یہی دعویٰ برہمنوں کا تھا، اور ذات کی تفریق اُس پر مزید کریلا اور نیم چڑھا۔ بھکتوں نے یہ بتلایا کہ مذہب خدا اور بلندہ کا واسطہ ہے، چاہے وہ کھسی ہی نیچری ذات کا کیوں نہ ہو بلا کسی اونچی ذات والے کی مدد کے بلندہ اپنے خالق تک پہنچنے کا مجاز ہے۔ ان بھکتوں کے سیکڑوں اقوال ایسے ملیں گے جن میں برہمنوں کی نخوت اور کھلمکھ کا مضحکہ اُڑایا گیا ہے، اور ذات کی تفریق کو بے معنی اور لا طائل بتایا گیا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ کبیر اور نانک نے تو ہندو مسلمان کے فرق کو بھی مٹا دینا چاہا ہے۔ ہندوؤں کے سوشل نظام کی بنیاد ذات کی تفریق پر ہے، اور یہ نظام کچھ ایسا مضبوط ہے کہ بھکتوں کی کوشش بھی اس کو نہ توڑ سکی۔ لہٰذا یہ ضرور ہے کہ جنوبی ہندوستان کے مقابلہ میں شمالی ہندوستان میں برہمنوں کا تکبر اور جھوٹ چہات کی سختی کم ہو گئی ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ گو دیوی دیوتا اب بھی مانے جاتے ہیں اور بت پرستی ہندوؤں میں جاری ہے، تاہم ان بھکتوں اور سلتوں کے اقوال زبانزد خلائق ہیں، اور بت پرستوں سے

اگر جرح کھجئے تو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ وہ اپنی جہالت کے باوجود ایک ایشور یا پرمانما یا بھگوان کو ان تمام مظاہر سے اعلیٰ اور بہتر جانتے ہیں۔ پایاے روم کے مذہب میں انجیل کی زبان لاطینی تھی جس طرح ہندوؤں کی مقدس کتابیں سنسکرت میں لکھی ہوئی تھیں۔ جرمنی کے پروٹسٹنٹ لہذہ لوتھر نے جرمن زبان کو اپنا آلہ کار بنایا۔ اور اس کی تقلید دیگر ممالک فرنگ میں کی گئی کیونکہ ان لوگوں کی اہل علما نے کروہ کے خلاف عوام کے سامنے پیش تھی۔ گوتم بدھ نے پالی زبان میں وعظ دیا تھا۔ اسی طرح ہندوستان کے سنتوں اور بھکتوں نے سنسکرت کو چھوڑ کر ہندی، مرہٹی، بنکالی، اور پنجابی میں اپنے خیالات کی اشاعت کی، اور ان کو صرف شاہی محلوں اور عظیم الشان اور مقدس مندروں میں نہیں بلکہ غریب نادار جاہل دیہاتیوں کے چھوڑوں اور چھپڑوں میں پھیلایا۔ کبیر صاحب فرماتے ہیں :

سنسکرت ہے کوپ جل بہاشا بہتا نہر

(سنسکرت بدھا ہوا پانی ہے، بہاشا بہتا ہوا پانی ہے)

ہندوستان کی ان زبانوں کی داغ بیل انہیں بھکتوں کی ذالی ہوئی ہے، اور ان کی ساکھیاں اور شبد (ملفوظات) ان کے بھجن اور گیت اب تک ان زبانوں کے تغاے افتخار ہیں۔ ایک بات جس پر ویشنو بھکت بہت زور دیتے ہیں اور جس کو وہ بہت اہم سمجھتے ہیں دل کی صفائی اور من کا پریم ہے۔ ان کے نزدیک صداقت اور محبت کے مقابلہ میں

پوجا پاٹھ کی نہ'ٹس اور یوگ اور تپ کی ورزش بالکل
 ہیچ ہیں۔ اگر دل صاف ہے اور طالب صادق ہے تو ایشور کا
 ملنا آسان ہے۔ اگر دل صاف نہیں ہے تو مذہب کے دستور
 اور ریاضت کی سختی فضول اور بے کار ہیں۔ دنیا والے ان سے
 مرغوب ہو جائیں تو ہو جائیں مگر خدا نہیں ملتا۔

ہندو مذہب کے اصول

ہندو مذہب کی بنا ویدوں پر ہے ۔ اور ویدوں کو ہندو کلام الہی سمجھتے ہیں ۔ رِگ وید سب سے پرانا سمجھا جاتا ہے ۔ ویدوں میں مختلف دیوتاؤں کا ذکر ہے ، مثلاً اندر ، اگنی ، یم ، ورن ، وغیرہ ۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ خیال بھی موجود ہے کہ یہ متعدد دیوتا کسی ایک ذات میں مظہر ہیں ۔ چنانچہ ایک مقام پر لکھا ہے کہ ایک ذات واحد کو رشی مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں ۔ وہ اس کو کبھی اگنی کہتے ہیں ، کبھی یم اور کبھی ماتریشون ۔ ویدوں سے آئے برہم کر جب ویدانت اور آپنشدوں کے زمانہ میں حکیمانہ خیالات کا چرچا ہوا تو ہمہ اوست سے گذر کر ہمہ اوست کے فلسفہ کی طرف رجحان ہوا ۔ اور ہندو پرمانتا اور جیو آتما ، خالق اور مخلوق کو ایک واحد شے سمجھنے لگے ۔ مروکش یا نجات کے معنی یہ قرار پائے کہ جیو آتما یا روح انسانی ترقی کرتے کرتے پرمانتا میں مل جائے ۔ جتلے مذہب کہ ہندوستان میں پیدا ہوئے ہیں ، ہندو ، بودھ ، اور جین ، وہ سب روح انسانی کو آواگون یا تداسخ کے قانون کا تابع سمجھتے ہیں ۔ ان کا عقیدہ ہے کہ روح لا زوال ہے ۔ وہ صرف ایک ہی مرتبہ قالب خاکی اختیار کر کے دنیا سے الگ نہیں ہو جاتی ، بلکہ جیسے اعمال

اس کے ایک زندگی میں ہوتے ہیں ان کے مطابق اس کو دوسرا جنم لینا پڑتا ہے ۔ اور یہ آوا کون کا سلسلہ لا متناہی ہے ۔ گیتا کے دوسرے ادھیائے کے بائیسویں منتر میں کرشن جی فرماتے ہیں ”جیسے انسان پرانے کپڑے اُتار کر نئے کپڑے پہنتا ہے ۔ ویسے ہی آتما پرانے جسموں کو چھوڑ کر نئے جسموں میں دخل کرتی ہے“ ۔ [بھگوت گیتا کا اردو ترجمہ از راء بہادر پلڈت جاتکی ناتھ مدن ۔ پانچواں ادیشن ۔ صفحہ ۴۹ -] ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی اس طرح سنوارے کہ دوسرا جنم پہلے جنم سے بہتر ہو ۔ اور دوسرے جنم میں اس کو برقی کرنے کا اور زیادہ موقع ملے ۔ غرض یہ ہے کہ برقی کرتے کرتے روح اس درجہ پر پہنچ جائے کہ پھر اس کو دنیا میں جنم لینے کی ضرورت نہ رہے ۔ اور اس کو موکش یا نجات کی پدوی (درجہ) مل جائے ۔ ہندوستانی مذاہب کے عقائد کی بنیاد اسی آوا کون کے مسئلہ پر ہے ۔ اور ہندو بودھ اور جین تینوں کی زندگی اسی اصول کے تابع ہے ۔ ان کی ہزاروں برس کی زندگی میں ان مذہبوں کے علم و عمل میں مختلف قسم کی تبدیلیاں ظہور میں آئیں ، مگر یہ عقیدہ ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں اُن پر مسلط رہا ۔ اس کے استحکام اور عام پسندی کی ایک بڑی وجہ غالباً یہ ہے کہ یہ دنیاوی پریشانیوں اور تکلیفوں کے لئے تشفی بخش وجوہ فراہم کر دیتا ہے ۔ اگر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بدکار شخص دنیا میں سرسبز ہے ۔ یا ایک شریف اور نیک

آدمی مصیبت میں مبتلا ہے ، تو ہم کو خواہ مخواہ الجھن ہوتی ہے کہ ایسی نامناسب اور بے جوڑ بات کیوں وقوع میں آئی ؟ خالق ارض و سما نے اس ناانصافی کی اجازت کھوں دی ؟ آوا کون نے ماننے والوں کی تشفی اس طرح ہو جانی ہے کہ موجودہ جنم کی حالت ، راحت ہو یا مصیبت ، پرانے جنموں کے کرموں کا مجموعی نتیجہ ہے ۔ انسان کا کوئی فعل ایسا نہیں کہ جو وقوع میں آئے اور اپنا نتیجہ نہ پیدا کرے ۔ جو نیک آدمی اس وقت مصیبت میں مبتلا ہے اس کی مصیبت غالباً اگلے جنموں کی بدکاریوں کا نتیجہ ہے ۔ اور جو برا آدمی آرام اور چین سے زندگی بسر کرتا ہے وہ اپنے پیچھے جنموں کے نیک اعمالوں کا فائدہ اٹھا رہا ہے ۔ ایک گروہ تو یہاں تک کہتا ہے کہ ترشنا یا خواہش انسان کے واسطے اس لئے مضر ہے کہ خواہش کے حصول کے لئے اس سے مختلف افعال سرزد ہوتے ہیں ۔ اور ہر فعل اپنا اثر پیدا کرتا ہے ، جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ روح کا تعلق دنیا سے مضبوط تر ہوتا جاتا ہے ۔ افعال اچھے ہوں یا برے ان کے نتائج کو پورا کرنے کے لئے روح کو ضرور جنم لینا پڑے گا ۔ لہذا اگر آوا کون سے نجات حاصل کرنی منظور ہے تو پہلی شرط یہ ہے کہ ترشنا یا خواہش کو ترک کیا جائے ، اور اس ترک کے مسئلہ میں یہاں تک مبالغہ کیا گیا ہے کہ —

ترک دنیا ترک عقبی ترک مولا ترک ترک

جہاں تک میں نے اس مسئلہ کو سمجھا ہے ہندو یہ

نہیں کہتے کہ روح گذشتہ جلموں کے اعمال سے اس طرح بکڑی ہوئی ہے کہ نئے جنم میں اسے مطلق آزادی نہیں حاصل ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ایک حد تک ضرور ہر روح نئے جنم میں اپنے پرانے اعمال سے متاثر رہتی ہے مگر اس حد کے اندر اس کو آزادی حاصل ہے۔ اس کو یوں سمجھئے کہ اگر کوئی شخص منس گھر میں پیدا ہوا ہے تو اس افلاس کا ایک حد تک اس پر اثر پڑے گا مگر اس حد نے اندر اس کو کوشش اور سعی کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے۔ یا کوئی شخص گرم ملک میں پیدا ہوا ہے اور کوئی سرد ملک میں۔ کوئی ایسے ملک میں جو آزاد ہے۔ کوئی ایسے ملک میں جو غیر قوم کے تابع ہے ان حالتوں میں گومی اور سردی، آزادی اور محکومی کا اثر ان اشخاص کی زندگی کو خاص خاص حدوں میں محدود کر دے گا۔ مگر ان حدوں نے اندر ان کو برقی یا تغزل کا پورا اختیار ہے۔ ایک اور مثال اس کی شطرنج کا کھیل ہے۔ کھیلنے والا چند قواعد کا پابند ہے اور ان قواعد کی حد نے باہر نہیں جا سکتا۔ مگر قواعد کی حد کے اندر اس کو اپنی ذکاوت سے باری جھٹلے کا پورا حق حاصل ہے۔ جبر بھی ہے اور اختیار بھی۔ اور دوسروں کے لئے حدود مقرر ہیں۔ یہ ہے مسئلہ جب و اختیار کا حل جو ہندوستانی ذہانت نے دنیا نے وہ برو پیش کیا ہے۔

آوا گون یا تناسب کی بنا پر حکماء ہند نے وجود انسانی کے ایک دلچسپ مگر نہایت دقیق عہدے حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ مسئلہ ہے بجائے خود نہایت پرہیز اور

معنی خہزہ اور غالباً اسی وجہ سے دوسرے مذاہب میں بھی کبھی کبھی اس کا تذکرہ سنا جاتا ہے۔ اسلام کے بہتر فرقوں میں ایک فرقہ متناسخہ بھی تھا جس کی نسبت صاحب فہیات اللغات لکھتے ہیں کہ ”متناسخہ گویند چون جان از قالب بر آید رواست کہ در کالبد دیگرے در آید“ - [فہیات اللغات مطبوعہ منشی گلاب سنگھ ۱۸۹۱ صفحہ ۴۹۶] - ملک شام کے موجودہ اسلامی فرقوں میں نصیری اور دروز تناسخ میں اعتقاد رکھتے ہیں * -

مولانا روم کے مشہور اشعار ہیں —

آمدہ اول بہ افلہم جماد
در جمادی در نباتی اوفتاد
سالہا اندر نباتی عمر کرد
وز جمادی یاد ناورد از نبرد
وز نباتی چون بہ حیوان اوفتاد
نامدش حال نباتی ہیچ یاد
جز همان میلے کہ دارد سوے آن
خاصہ در وقت بہار ضیمران
ہمچو میل کودکان با مادران
سر میل خود نداند در لبان

* (1) Taylor : Primitive Culture, vol. II, p. 15. Fourth edition. 1903. (Murray).

(2) Henri Lammens : Islam, pp. 168 and 172 (Methuen).

ہمچلین اقلیم تا اقلیم رفت
تا شد اکلون عاقل و دانا و رفت

(سوانح مولانا روم مولفہ مولانا شبلی نعمانی صفحہ ۲۰۰)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں :

تو از ان روزے کہ در ہست آمدی
آتشی یا خاک یا بادی بدی
گر بدان حالت ترا بودی بقا
کے رسیدی مرزا این ارتقا
از مبدل ہستی اول نماد
ہستی دیگر بجائے او نشاند
ہمچلین تا صد ہزاران ہستہا
بعد یک دیگر دوم بہ از ابتدا

(سوانح مولانا روم مولفہ مولانا شبلی نعمانی صفحہ ۱۵۱)

ایک اور شعر بھی آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔۔

ہم چو سبز بارہا روئیدہ ام
ہنت صد ہنتاد قالب دیدہ ام

فارسی کا ایک دوسرا شاعر ابن یمن کہتا ہے۔۔

زدم از کتم عدم خیمہ بہ صحرائے وجود
از جمادی بہ نباتی سفرے کردم و رفت
بعد از انم کشش نفس بہ جہوانی برد
چون رسہدم بوے از وے گزرے کردم و رفت

بعد ازان در صدف سیلہ انسان بہ صنا
 قطرہ ہستی خود را گہرے کردم و رفت
 با ملائک پس ازان صومعہ قدسی را
 گرد برگشتم و نیکو نظرے کردم و رفت
 بعد ازان رہ سوے او بردم و چون ابن یمین
 ہمہ او گشتم و ترک دگرے کردم و رفت

(شعرالعجم مصنفہ مولانا شبلی نعمانی حصہ دوم صنتحہ ۳۰۲)

میں یہ نہیں کہتا کہ ان بزرگوں نے تناسخ کے مسئلہ کو بالکل اسی طرح مان لیا تھا جس طرح کہ ہندوؤں کا آواگون کا عقیدہ ہے، مگر یہ کہنا ہمت دھرمی ہے کہ ان اشعار میں اس مسئلہ کی جھلک نہیں دکھائی دیتی۔ انیسویں صدی میں بعض فرنگی حکما کا رجحان اس طرف تھا، اور تھیا سوفست گروہ نے تو آواگون کے مسئلہ کو ری انکارنیشن (Re-incarnation) کے نام سے اے عقائد میں شامل کر لیا ہے۔

اس جگہ شاید یہ ظاہر کر دینا بھی مناسب ہوگا کہ گو ہندو مختلف دیوی دیوتاؤں کو بوجتے ہیں لیکن ان کو مشرک سمجھنا غلطی ہے۔ ویدوں میں ایک رشی نے کہا ہے ”ایک ہستی ہے جس کو لوگ مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں۔ کوئی اگلی کہتا ہے، کوئی یم، کوئی ماتریشون“۔ کوئی ہندو ایک سے زیادہ خدا کو نہیں مانتا۔ اُسے کسی نام سے بکارتے، ایشور کہتے یا بھگوان کہتے یا پرماںا کہتے، وہ ایک ہی ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں

ہے۔ جاہل سے جاہل گنوار سے بھی آپ پوچھئے تو وہ یہی کہے گا دیوی دیوتاؤں کو وہ مانتا ہے، اوتاروں کی کتھائیں سنتا ہے، گانوں میں پیپل کے درخت کے نیچے پتھروں کو پوجتا ہے، مگر وہ خوب سمجھتا ہے کہ دیوی دیوتاؤں سے اوتاروں اور پتھر کے تکراروں سے الگ اور پرے ایک ہستی ہے جو سب سے افضل ہے، جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے، جس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، جو دماغ میں نہیں سما سکتی، اور جس کی ہر شخص اپنے اپنے طریقہ سے پرستش کرتا ہے۔ ایک برہمیوادویتیم **एकं ब्रह्मैवाहिनीयम्** مشہور اور قدیم مقولہ ہے۔ اس کے معنی ٹھیک وہی جو **الا اللہ** کے ہیں، یعنی برہم ایک ہے دوسرا نہیں۔ پلذت بشن نرائین در صاحب مرحوم کے ذہن میں غالباً یہی خیال تھا جب انہوں نے اپنی نظم **ہد عظمت ہند** میں یہ شعر کہا تھا—

ہم متقدم ہیں خبر ہم کو مؤخر کی بھی
جب کہ قرآن نہ تھا حافظ قرآن ہم تھے

شاید یہ کہا جائے کہ ہندوؤں کے یہاں مختلف دیوی دیوتاؤں کی پوجا کا رواج ہے اور وہ بتوں کو پوجتے ہیں۔ اس طرح کے توہمات ہر مذہب کے پیروروں میں پائے جاتے ہیں۔ اسلام نے توحید کی کس سختی نے ساتھ تاکید کی تھی، تاہم مسلمانوں میں قبر پرستی اور پھر پرستی کا رواج ہے، اور ایسی رسمیں رائج ہیں جن کو مسلمان

علماء بدعت سے تعبیر کرتے ہیں اور جن کی مخالفت نجد کے وہابی اس زور شور سے کر رہے ہیں - مسلمانوں میں ایک فرقہ نصیریوں کا ہے جو حضرت علی کو خدا مانتا ہے - فرنگستان کے عسائیوں کے عقائد کی بنیاد تثلیث پر ہے ، اور یونانی تیرین (Unitarian) فرقہ کے معدودے چند ممبر عیسائی کلیسا سے خارج سمجھے جاتے ہیں - رومن کیتھولک مذہب والوں کے گرجاؤں میں برابر تصویریں دکھی جاتی ہیں اور ان کے یہاں Saints یعنی پیروں کی پرستش ہوتی ہے ، تاہم عسائیوں کو کوئی مشرک نہیں کہتا -

دوسرا اہم مسئلہ جو ہندو مذہب سے وابستہ ہے ورن اشرم یا ذات کی تفریق کا ہے جس کو انگریزی میں کاسٹ سسٹم (Caste System) کہتے ہیں - غالباً شروع میں قومی فردر کی بنا پر یہ تفریق پیدا ہوئی ہوئی جس طرح آج جنوبی افریقہ اور امریکا میں اہل فرنگ حبشیوں سے نفرت کرتے ہیں اور ان سے الگ رہتے ہیں - اسی طرح ہندوستان میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوکر آریوں نے بھی اپنی نخوت اور تکبر کا اظہار غیر آریہ منتوج قوموں کے مقابلہ میں کیا ہوگا - یہ تفریق کا پہلا ذیلہ تھا - اس کے بعد قوم کے فرق سے گزرکر آریوں میں مختلف پیدہ والوں کی مختلف ذاتیں قائم ہو گئیں - پہلے پہل چار ذاتیں برہمن ، چھتری ، ویش ، شودر کے نام سے قائم ہوئیں - اس کے بعد ذاتوں کی تعداد اس قدر بڑھی کہ آج ان کا شمار کرنا بھی مشکل ہے - اگر ایک ذات کے لوگ کسی

وجہ سے اپنی آبائی سکونت چھوڑ کر کسی نئی جگہ جا بسے تو بس ان کی ایک نئی ذات قائم ہوئی اور اس گروہ نے اپنے تئیں اس ذات کے پرانے گروہ سے الگ کر لیا۔ ہندوؤں کا سوشل نظام ذاتوں کا ایک گورکھ دھندا ہے جس کے بدیہی دو اصول ہیں۔ ایک یہ کہ شادی ذات کے باہر نہیں ہو سکتی، اور دوسرے یہ کہ ایک ذات کا آدسی دوسری ذات والے کے ساتھ، کھانے پینے سے پرہیز کرتا ہے، حتیٰ کہ بعض ذاتیں ایسی ہیں جو اچھوت کہلاتی ہیں اور جن کو وہ لوگ جو اپنے تئیں بزم خود اونچي ذات والا سمجھتے ہیں چھونے سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ یہ تشریق موروٹی ہے۔ نہنچي ذات والا چاہے کیسا بھی قابل اور نہک کردار کیوں نہ ہو کبھی اونچي ذات میں ترقی نہیں پا سکتا، اور اونچي ذات والا کیسا بھی بدکردار کیوں نہ ہو اپنی ذات سے نہنچے نہیں گرایا جا سکتا۔ کہا جاتا ہے کہ اس تشریق کے روحانی اسباب ہیں جس طرح دنیا میں ذہن، مصلحت اور تجربہ سے انسان درجہ بہ درجہ ترقی کر سکتا ہے اور چھوٹے درجے سے اونچے درجے پر پہنچ سکتا ہے اسی طرح روح آواگون کے سلسلہ میں ذاتوں کے مختلف مدارج طے کر سکتی ہے۔ مثلاً جو روح غیر مہذب اور غیر تربیت یافتہ ہوگی وہ پہلے شودروں کی نہنچي ذات میں پیدا ہوگی۔ اگر اس زندگی میں اس نے اچھے کرم کئے تو اس کا دوسرا جنم کسی اونچي ذات میں ہوگا، اور اسی طرح رفتہ رفتہ اس کو ترقی کا موقع ملے گا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اگر اقوال اور افعال

کی میزبان میں تولی جائیں تو بہت سی برہمنوں کی
روحیں شودروں سے بدتر اور بہت سی شودروں کی روحیں
برہمنوں سے برتر نظر آویں گی۔ کیا اس کے یہ معنی ہیں
کہ عالم ارواح میں ایسی پریشانی اور برہمی پیدا ہو گئی
ہے کہ، روحیں اپنی قابلیت اور لیاقت کے مطابق اونچی
نہچی ذاتوں میں جلم نہیں پاتیں؟ اگر ایسا ہے تو ذات
کی تفریق کی روحانی بنیاد قائم نہیں رہتی اور نہ دنیا
کا سوشل نظام ذاتوں کی تفریق پر قائم رہ سکتا ہے۔

اس ذات کی تفریق کا ہندو قوم پر جو اثر ہوا وہ
ظاہر ہے۔ نہ صرف یہ کہ اس کی بنیاد سراسر ناانصافی پر
ہے، بلکہ اس کی وجہ سے ہندوؤں کا شیرازہ بالکل بکھر
گیا ہے، اور ہندو قوم پاشاں و پریشاں ہو گئی ہے۔ اتفاق اور
یکجہتی، مل کر کام کرنے کی قوت، ان میں زائل ہو گئی ہے،
اور ان کی ہزاروں برس کی تاریخ میں قدم قدم پر ہندوؤں
کے سوشل نظام کی کمزوری محسوس ہوتی ہے۔

تیسرا اصول آشرم دھرم کا ہے۔ آشرم چار قائم کئے گئے
ہیں۔ اول برہمنہ چرچ یا طالب علمی کا زمانہ۔ اس زمانہ میں
طالب علم کا فرض تھا کہ گرو کے یہاں رہ کر تعلیم حاصل
کرے۔ اس کے بعد دوسرا آشرم گریستہ یا خانہ داری کا تھا
جب کہ طالب علم تعلیم ختم کر کے شادی کرتا تھا اور دنیا دار کی
حیثیت سے زندگی بسر کرتا تھا۔ برہماپا آنے پر گھر بار چھوڑ
کر وہ تیسرے آشرم میں داخل ہوتا تھا اور وان پرستہ
کہلاتا تھا۔ وان پرستہ کا فرض تھا کہ امور دنیوی سے کٹاڑہ

کشی کر کے اپنا وقت روحانی زیاضت میں صرف کرے۔ آخری درجہ کا نام سلیاس ہے، اور سلیاسی دنیا کے تمام تعلقات سے بری سمجھا جاتا ہے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ کوئی زمانہ ایسا تھا کہ جب کل ہندو قوم یا ہندو قوم کا ہوا حصہ اس آشرم دھرم کا پابند تھا، لیکن اس سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ قوم کے رہبروں اور پویشواؤں نے کس طرح کا آئینہ دل یعنی معیار قوم کی رہنمائی کے واسطے بنایا تھا اور فرائض انسانی کی تعین اور تنظیم کیسے اچھے اصولوں پر کی تھی۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ اب آشرم دھرم کی پابندی یا تو ہوتی ہی نہیں یا نام کے واسطے ہوتی ہے۔ لوگوں کا جلیو ضرور کیا جاتا ہے، مگر معض اداے رسم کے واسطے۔ برہم چرچ کے اصول کی پوری نام کو بھی نہیں ہوتی۔ بچپن میں شادیاں کر دی جانی ہیں اور طالب علم بلے سے پہلے لوکا دنیادار بن جاتا ہے۔ سلیاسیوں کے گروہ لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں، مگر ان میں ہزار میں سے شاید ایک بھی دنیا سے بے تعلق نہیں۔ مہلت ہیں، جائیداد ہیں، گنی نشین ہیں، عیش و آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں، فسق و فجور میں مبتلا ہیں۔ اگر ان کا سوسائٹی پر کوئی اثر ہے تو یہ کہ دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ہاں، ایک بات ضرور ہے، اور یہ غالباً اسی آشرم دھرم کی تلقین کا اثر ہے جو ہندوؤں کے دگ و پے میں سرایت کر گیا ہے کہ باوجود دیکارہ کی کثرت کے اب بھی امیر سے امیر اور اونچے سے اونچے طبقے میں کبھی کبھی ایسے لوگ نکل

آتے ہیں جو دنیاوی تعلقات کو ٹھوکر مار کے سچے اور صحیح معنوں میں فقیرانہ زندگی اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ بات اہل فرنگ کے لئے غالباً ممکن نہیں۔

چوتھا اصول جس پر ہندوؤں کا اعتقاد ہے اور جس پر سب کا نہیں، تو بہت سے ہندوؤں کا عمل ہے وہ اہنسا ہے۔ اہنسا کے معنی ہیں ایذا پہنچانا یا قتل کرنا۔ اور اہنسا کے اصول کی تلقین یہ ہے کہ کسی جاندار کو ایذا نہ پہنچائی جائے۔ جہن مت والے اس اصول کو سب سے زیادہ مانتے ہیں۔ ہندوؤں میں کروڑوں آدمی غالباً ایسے ہیں جو گوشت کھانا گناہ سمجھتے ہیں۔ ویدوں کے زمانہ میں قربانی کا بہت رواج تھا، مگر بودھ، مت اور جہن مت کے اثر نے اس کو رفتہ رفتہ بہت کم کر دیا۔ ہندوؤں کے بعض فرقوں میں قربانی اب بھی جزو مذہب سمجھی جاتی ہے، مگر ہندو عام طور سے خصوصاً برہمن اور ویش قربانی اور اہنسا سے پرہیز کرتے ہیں، اور ان کو برا سمجھتے ہیں۔ گوشت خوار فرقوں میں بھی گوشت نہ کھانا افضل سمجھا جاتا ہے، اور ان میں بھی جن لوگوں کا رجحان مذہب کی طرف زیادہ ہوتا ہے وہ گوشت کھانا چھوڑ دیتے ہیں۔ بعض لوگ اہنسا کی پابندی میں ضرورت سے زیادہ مبالغہ کرتے ہیں۔ سنا جاتا ہے کہ مغربی ہندوستان میں اہنسا کے ایسے پابند بھی ہیں جو کھیتلوں کو نہیں مارتے، مگر رات کو اپنے تنہا ایذا سے بچانے کے لئے یہ التزام کرتے ہیں کہ دن کو مزدوروں کو اجرت دیکر چارپائیوں پر سلاتے ہیں۔ کھیتل ان

کا خون پی کر سیر ہو جاتے ہیں اور رات کو چارپائوں کے مالکوں کو نہیں لگتے - گیتا میں کرشن جی کی تعلیم کچھ اور ہے - وہ فرماتے ہیں کہ ہر شخص کا دھرم اس کے لئے مقرر ہے - کسی شخص کو اپنا دھرم چھوڑ کر دوسرے کا دھرم نہ اختیار کرنا چاہئے - اور وہ ارجن کو جنگ کرنے کی ترغیب اس بنا پر دیتے ہیں کہ ارجن چھتری ہے اور حق کے واسطے لڑنا اور اپنے مخالفین کو قتل کرنا چھتری کا دھرم ہے - منجھ یاد آتا ہے کہ ایک مرتبہ اس مسئلہ کے متعلق ڈاکٹر اینی بسنٹ سے کسی نے بذراست میں یہ سوال کیا کہ شیر کو مارنا چاہئے یا نہیں - انہوں نے جواب دیا کہ تم گڑھست ہو - اور ایسے موذی جانوروں کو قتل کرنا بدھارا فرض ہے - میں سنیاسی ہوں اور میرے یہاں سانپ تک کو مارنا منع ہے - مگر گڑھست کا دھرم سنیاس کے دھرم سے الگ ہے - یہ بالکل صحیح ہے اور اگر یہ اصول مد نظر رکھا جائے تو اکثر غلط فہمیاں رفع ہو جائیں - میرے خیال میں ہندوؤں کے رسم و رواج میں بعض خرابیاں اس وجہ سے پیدا ہو گئی ہیں کہ گڑھستوں کی زندگی میں سنیاس کے اصول داخل کر دیے جاتے ہیں اور دنیا داروں کا طریق عمل درویشوں کے معیار سے جانچا جاتا ہے -

ہر اصول - ہر عقیدے - ہر انسانی فعل کے واسطے لازم ہے کہ اس کا نفاذ حدود متروکے اندر ہو - اور اس کی پابندی میں ایسا مبالغہ نہ کیا جائے جو عقل سلیم کے خلاف ہو - یا جو اصول کے مغز کو چھوڑ کر محض ظاہری نمائش کو

اپنا مسلک قرار دے۔ اہلسا کا اصول عمدہ ہے، مگر کسی اصول کی پابندی میں اس طرح کا مبالغہ کرنا ہمیشہ ضرر دہاں ہے، کیونکہ ایسا کرنے سے اس میزبان تہذیب میں فرق آ جاتا ہے جس کے قیام پر انسانی تمدن کا دار و مدار ہے۔ انسانی تمدن مختلف اصول اور اعمال کا مجموعہ ہے۔ ہر اصول اور عمل اپنی اپنی جگہ پر صحیح ہے، مگر جب اپنی جگہ سے گذر جاتا ہے تو کل مجموعہ کو پریشان کر کے تمدن اور تہذیب کو بگاڑ دیتا ہے۔

ہندو مذہب کا ایک اور نمایاں اصول رواداری یا تالریشن ہے۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ راستے مختلف ہیں مگر منزل ایک ہے۔ انسانوں کے مختلف گروہ مختلف طریقوں کو اختیار کرتے ہیں، مگر غرض و غایت سب کی ایک ہے۔ عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود - خدا خالق کائنات ہے۔ اس کا لطف و کرم آپے سب ہندوؤں پر ہونا چاہئے۔ آفتاب کی حرارت، چاندنی کی تھنڈک، موسموں کا تغیر، کسی خاص گروہ کے لئے مخصوص نہیں۔ ہاں، یہ ہو سکتا ہے کہ کسی باغ کی آرائش گلاب اور چنبیلی سے ہو، اور کسی کی گل داؤدی اور گل نیلوفر سے۔ کہیں انگور اور انار پیدا ہوں، اور کہیں آم اور انجیر۔ لیکن یہ بات ہندوؤں کی سمجھ میں نہیں آتی کہ خالق عالم کسی ایک قوم کو ایک خاص مذہب کی تلقین کرے اور باقی اقوام کو کفر و جہالت میں مبتلا رکھے، اور پھر ان کے واسطے اس کفر و جہالت کی سزا مقرر کرے۔ گھتا میں لکھا ہے وہ جو لوگ جس طرح مہرے پاس

آتے ہیں میں اسی طرح ان سے ملتا ہوں - اے ارجن،
 مَنُش لوگ ہر طرح میسرے راستے پر آتے ہیں۔“ - تاریخ عالم
 اس بات کی شہادہ ہے کہ مذہب کی بنا پر دنیا میں
 جس قدر کشت و خون ہوا ہے شاید ہی کسی اور وجہ سے
 ہوا ہو - فرنگستان میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کے جھگڑے
 صدیوں تک قائم رہے، بادشاہوں میں جنگ و جدل ہوئی،
 صوبے کے صوبے اور ملک کے ملک ویران کئے گئے، پروٹسٹنٹ کو
 کیتھولک جلاتے تھے، اور کیتھولک کو پروٹسٹنٹ طرح طرح کی
 ایذائیں پہونچاتے تھے۔ اسلام میں بھی مذہبی عقائد کی بنا پر
 کافی خونریزی ہوئی ہے۔ سنی اور شیعہ، اشاعرہ اور معتزلہ کے
 جھگڑوں سے کون واقف نہیں؟ مگر ہندوؤں نے ان باتوں کو روا
 نہیں رکھا۔ یہ تو کہنا مشکل ہے کہ کسی فی اثر فرقہ نے یا
 کسی فی اثر حاکم نے کبھی اور کسی حالت میں اپنے اثر یا
 اپنی طاقت کا بیجا استعمال نہیں کیا، لیکن اگر ایسا ہوا
 بھی تو اتنا کم کہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور ہندوؤں کا یہ فخر
 بیجا ہے کہ انہوں نے مذہبی اختلاف کی بنا پر کبھی خونریزی
 نہیں کی۔ آج کل بھی ہندو مسلمانوں کے جو قضیے سلسلے میں
 آتے ہیں اگر جرح و قذح کیجئے تو معلوم ہوگا کہ وہ مذہب
 کے جھگڑے نہیں ہیں، بلکہ ان کی تہ میں قومی نخوت
 اور تکبر یا کوئی سیاسی حکمت کام کر رہی ہے۔ مذہب کی
 بنا پر سختی اور جبر تو اس وقت ہونا ہے جب کسی
 خاص مذہب کے پیرو اس بات پر تُل جاتے ہیں کہ ایک

انہیں کا مذہب خدا تک پہنچنے کا ذریعہ ہے ، اور صرف وہی راز الہی کے امین ہیں۔ جو لوگ ان عقائد سے ہتے ہوئے ہیں وہ خدا سے ہتے ہوئے ہیں ، اور اس لئے سزا کے قابل ہیں۔ جہاں تک عقائد مذہبی کا تعلق ہے ہندوؤں کے یہاں پوری آزادی ہے ، اور وہ عقائد کے اختلاف کی وجہ سے کسی کو گردن زدنی نہیں سمجھتے۔ انہوں نے محض نائنش کے لئے نہیں بلکہ در حقیقت ، محض دماغ سے نہیں بلکہ دل سے ، اس مفہوم کو سمجھا ہے ۔

زمانہ بھر میں ہے اس کا جلوہ کبھی کسی جا کبھی کسی جا وہی ہے کاشی کے مندروں میں وہی دیار حجاز میں ہے میں اس سے پہلے کہ آیا ہوں کہ آوا گون کا عقیدہ ہندو مذہب کا جزو اعظم ہے ۔ جس وقت تک دنیا سے تعلق قائم ہے ہر روح اپنے اعمال کے مطابق بار بار پیدا ہوتی رہے گی ، اور جس وقت تک یہ سلسلہ قائم ہے اس کو نجات ابدی حاصل نہیں ہو سکتی ۔ نجات یا مکتی کے یہ معنی ہیں کہ آوا گون کا سلسلہ توت جائے ، اور روح یا جیو آتما اس قید سے آزاد ہو جائے ۔ نجات حاصل کرنے کے تین خاص راستے ہیں ، ایک کرم ، دوسرے گیان ، تیسرے بھکتی ۔ ہندوؤں کی پرانی کتابوں میں یگ اور قربانی کا ذکر آتا ہے ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یگ کی مذہبی رسم آریوں سے مخصوص تھی اور وہ اس کو اپنے دنیاوی اور روحانی مقاصد کے حصول کے واسطے ضروری اور اہم خیال کرتے تھے ۔ کرم یا کرم کاٹ کے راستہ سے یہ مراد ہے کہ مذہب نے جو طریقے پوجا پاٹھ یگ یا قربانی کے مقرر

کر دئے ہیں اور جو قواعد زندگی بسر کرنے کے لئے منضبط کر دئے ہیں ان کی پابندی کی جائے - سلدھی، ترپن، تیرتھ، یاترا، مرنے جیلنے کے سلسلہ سب اس میں شامل ہیں - اس اصول کے مطابق اخلاق اور دھرم کا جو دستور العمل پوشواپان دین کی طرف سے کتب متدسہ میں مقرر کر دیا گیا ہے اس کی پابندی ہر انسان پر لازم ہے - اور یہی برکت دنیاوی اور نجات روح کا وسیلہ ہے - ہر مذہب کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے اور قیاس بتانا ہے کہ آدمیوں کے مذہبی ارتقاء میں بھی ایک زمانہ وہ آیا ہوگا کہ جب اعتقاد میں ضعف آ گیا ہوگا اور پوجا اور یگ خلوص دل سے نہیں بلکہ مختص نمائش یا پابندی رواج کے واسطے کئے جاتے ہوں گے - آمد آورد سے بدل گئی ہوگی اور فرائض مذہبی پر تصنع کا رنگ چڑھ گیا ہوگا - اس وقت یہ کہا گیا کہ کرم کاند کا طریقہ ناقص ہے اور اصلیت سے دور - انسانی کمزوریوں کی بنا آدیا یا ناواقفیت ہے - ہم دیکھتے ہیں کہ انسان اصلیت کی طرف سے بے پروا ہے اور دنیا کی حرص و ہوا میں مبتلا - فانی اور غیر فانی میں تمیز کرنا اس کے لئے مشکل ہے - وہ ننس امارہ کی اطاعت میں منہمک ہے اور جو چیز کہ ابدی اور لازوال ہے اس کی فکر نہیں کرتا - یہ سب اس وجہ سے ہوتا ہے کہ انسان ناواقف اور جاہل ہے - اس کی دوا یہ ہے کہ وہ گمانِ یعلیٰ حقیقت کا علم حاصل کرے - گمان کے حاصل کرنے کا ایک طریقہ یوگ ہے جس کا چرچا اور رواج ہندوستان میں عرصہ سے ہے - یہ طریقہ کرم کاند کی پابندیوں سے الگ

ہے اور اس کا خاص جزو ریاضت ہے۔ جس کا علم اور جس کا عمل یوگیوں ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یوگی مذہب کی ظاہری نمائش اور رسم و رواج کی پروا نہیں کرتا۔ وہ علم لدنی اور رموز روحانی کا متلاشی ہے کیونکہ اسی علم و عمل کو ذریعہ نجات سمجھتا ہے۔ یوگیوں کے متعلق بہت سی روایتیں مشہور ہیں۔ کوئی ہوا پر اُرتا ہے، کوئی بگھر کھائے پئے صدیوں زندہ رہتا ہے، کوئی جب چاہتا ہے نظروں سے غائب ہو جاتا ہے، اور جب چاہتا ہے ظاہر ہو جاتا ہے، وقت اس کے قابو میں ہے اور بعدِ منزل کی اس کے سامنے کوئی حقیقت نہیں۔ مگر یہ سب معجزے اور کرشمے جو عوام کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں سچے اور حقیقی یوگی کے سامنے بازیگر کے تماشے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ اس کی ریاضت کا مآل ہے آواگون سے آزاد ہو کر نجات ابدی حاصل کرنا۔ دورانِ ریاضت میں اگر اس کو یہ حیرت انگیز قوتیں حاصل ہو جاتی ہیں تو ہوں، وہ ان سہلی جھگڑوں میں پڑ کر اپنے مقصدِ اعلیٰ کو نظر انداز نہیں کرتا، اور اپنی تمام کوشش اور ہمت اسی مقصد کے حصول میں صرف کرتا ہے۔ یوگ کے متعلق دو باتیں اور کہی جاتی ہیں، اول یہ کہ یوگ کی راہ بہت کٹھن ہے اور اس میں قدم قدم پر غلطی اور لغزش کا اندیشہ ہے، لہذا کامیابی کی پہلی شرط یہ ہے کہ سچے اور کامل مرشد کی تلاش کی جائے اور ریاضت کے مدارج مرشد کے قدموں کے نیچے طے کئے جائیں۔ دوسرے یہ کہ چونکہ یوگی کو فوق العادۃ طاقتیں حاصل ہو جاتی ہیں جن کا نامناسب استعمال سوسائٹی کے واسطے

ضرر رساں ہے ، اس لئے مرشد کو چاہئے کہ کسی کو چھلا بنانے سے پہلے اچھی طرح اس کی جانچ پڑتال کر لے اور چھلا اسی کو بناوے جس کو اس کا اہل سمجھے۔ جس طرح ہم دنیا میں روز دیکھتے ہیں کہ ایک شخص پہلوان ہے مگر وہ اپنی جسمانی قوت کا استعمال ناجائز کرتا ہے ، غریبوں اور کمزوروں کو دھمکتا ہے ، اور ان پر ظلم کرتا ہے۔ یا کسی شخص کا ذہن نہایت رسا ہے ، مگر وہ اس کو اچھے کام میں لگانے کی جگہ اس سے جعل اور فریب کے مقدمے تیار کرتا ہے۔ اسی طرح اگر یوگی کا اخلاق اعلیٰ نہیں ہے اور نفس امارہ اس کے قابو میں نہیں ہے ، تو وہ یوگ سے حاصل کی ہوئی طاقتوں کا ناجائز استعمال کرے گا ، خلق اللہ کو اذیت پہنچائے گا اور اپنی روح کو تباہ کرے گا۔ اسی لئے گرو پر چھلے کی اقلیت کا امتحان لازمی کر دیا گیا ہے۔

ان کے علاوہ تیسرا راستہ بھکتی کا ہے۔ اس میں نہ پوجا پادھ کی پابندی ہے ، نہ ریاضت کی ضرورت ، متحض عشق الہی کافی ہے۔ اگر عاشق صادق ہے تو متحض اس کا عشق اس کی نجات کے واسطے کافی ہے۔ گیتا میں بھکتی کی تعلیم و تلقین ہے ، اور ازمنہ وسطیٰ میں بلکال ، مہراشٹر اور شمالی ہندوستان ، میں جتنے ویشنو مہانت ہوئے ، مثلاً راماند ، کبیر ، نانک ، چیتن ، تکارام ، وغیرہ ، ان سب نے بڑے زور شور سے بھکتی کی ، تلقین کی اور سچے بھکتوں کی پریم کے بھاؤ یعلیٰ محبت کے کیف کو یوگ کی ریاضت اور کرم کی پابندیوں سے افضل اور بارگاہ ایزدی میں مقبول تر بتایا۔

بھکتی کا مطلب محض زبان سے نہیں سمجھایا جا سکتا۔ کیونکہ وہ معنویت اور وہ انبساط، وہ کیف اور وہ سرور
آن شرح ندارد کہ بہ گفتار در آید

یہ کافی نہیں کہ انسان بھکتی کی ماہیت کو منطق کے
دلائل اور دماغ کی قوت سے سمجھ جائے۔ بلکہ ضرورت اس بات
کی ہے کہ پریم اور محبت کے ولولہ اور جوش کو وہ اپنے جذبات
دلی اور واردات قلبیہ میں اس طرح تبدیل کرے کہ دونوں میں
کوئی فرق نہ باقی رہے، اور کسی کی تعلیم و تلقین سے نہیں بلکہ
اپنے ذاتی تجربہ سے عشق الہی کی حقیقت اس پر روشن ہو
جائے۔ یہی وہ کیفیت ہے جس کا نام ہلدوؤں نے جھون مکت رکھا
ہے۔ یہی وہ کیفیت ہے جس کے متعلق فارسی کا اُستاد کہ گیا ہے —
آن را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

یہی وہ آئند یعنی سرور کی حالت ہے جس کو ایک عیسائی
درویش نے ان الفاظ میں بیاں کیا ہے —

Peace that passeth understanding,

یعنی آتما کی وہ شانتی اور وہ سکون قلب جو ادراک انسانی
سے بالاتر ہے۔ جس نے یہ پا لیا اس نے سب کچھ پا لیا۔
اس کو نہ پوجا پاتھ کی ضرورت ہے، نہ نماز روزہ کی۔ یوگ اور
ریاضت اس کے لئے تحصیل حاصل ہے، اور ویدوں اور شاستروں
کی تعلیم قطعی بے ضرورت۔ کیا عجب ہے کہ مولوی معنوی
نے اسی کیفیت کو سمجھا ہو اور اسی کی طرف اشارہ کیا ہو؟

من ز قرآن مغز را برداشتم

استخوان پیش سگاہ انداختم

بے شک مغز کے حصول کے بعد درویش استخوان سے بے نیاز ہو جاتا ہے - اسی سلسلہ میں مایا کا ذکر کر دینا بھی لازم ہے - مایا کے معنی ہیں دھوکا - بہت سے شلدوؤں کا عتیدہ ہے کہ روح اور خدا، جیو آتما اور پرماتما اصل میں ایک ہیں - دنیا متحض فانی ہی نہیں ہے بلکہ ایک دھوکا ہے جو جیو آتما کو پرماتما سے الگ کرتا ہے - جس طرح قطرہ دریا سے الگ ہو کر دریا کو بھول جاتا ہے اور خودی کے گھمڈ میں اپنی چھوٹی سی ہستی پر ناز کرنے لگتا ہے، اور اسی کو سب کچھ سمجھتا ہے - اسی طرح جیو آتما یا روح برہمہ یا خدا سے جدا ہو کر اپنی اصلیت کو بھول جاتی ہے اور مایا کے جال میں پڑ کر جو چیز فانی ہے، جس چیز کی کوئی اصلیت نہیں ہے اس کو غیر فانی اور اصلی سمجھنے لگتی ہے - اس نواقضیت اور جہالت کو دور کرنے کے لئے ضرورت ہے گہاں یا حقیقت کے علم کی - گہاں کے حاصل ہونے کے بعد مایا کا پردہ اُٹھ جاتا ہے، اور حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے - اسی گہاں کے حاصل کرنے کے لئے کوئی پوجا پاتھ کرتا ہے، کوئی کتابیں پڑھتا ہے، کوئی ریاضت کرتا ہے، مآں ہر ایک کا وہی ہے، یعنی مایا کے پردہ کو ہٹا کر برہمہ گہاں یا حقیقت کے راز سے آگاہی حاصل کرنا اور جیو آتما کو مایا کے دھوکے سے آزاد کرے پرماتما میں ملا دینا - اسی کا نام نجات ہے، اور اسی کا نام مکتی ہے - ع

عشرت قطرہ ہے دریا میں فلا ہو جانا -

کبیر صاحب کے حالات

گیارھویں صدی عیسوی میں جنوبی ہندوستان میں ایک بزرگ رامانج نامی ہوئے ہیں - یہ تیرچناپلی کے قریب سری رنکم میں رہتے تھے - انہوں نے ویدانت سوتر کی شرح لکھی جو ”سری بہاش“ کے نام سے مشہور ہے اور سری سپردائے کے نام سے ویشللوں کا ایک پلنتھ چلایا جس کی بنیاد بھکتی پر ہے اور جس میں شریک ہونے کی عوام کو دعوت دی گئی - ذات کی نفرت تو توت نہ سکی مگر رامانج نے یہ ضرور کہا کہ نجات کا راستہ نیچ ذات والوں کے واسطے بھی اُسی طرح کھلا ہوا ہے جس طرح اونچی ذات والوں کے واسطے - روحانی معاملات میں وہ بخل کرنے کے قطعی خلاف تھے - بھکت مال میں لکھا ہے کہ وہ جو اُنکار جکت کے واسطے سوامی رامانج نے کئے تحریر سے باہر ہیں - یہ مرکوز خاطر رہتا تھا کہ کسی طرح آدمی بھگوت کے سَنکھ ہووے - چنانچہ جب ان کے گُرو نے شرنائکتی منتر اُپدیش کیا اور یہ ہدایت فرمائی کہ یہ منتر جو کوئی سنتا ہے پھر اس کو جنم نہیں ہوتا - تم کسی سے اس منتر کو نہ کہنا - تب سوامی جی نے یہ سمجھا کہ مجھ کو اگر گناہ عدم تعمیل گُرو کا ہووے تو عذاب دوزخ گوارا ہے لیکن کسی طرح اس جہان کا بھلا ہو - اس واسطے منتر مذکور بہ آواز بلند لوگوں کو سنایا - [بھکت مال صفحہ ۲۹] - اس سے معلوم

ہوتا ہے کہ مذہبی معاملات میں وہ فرائعِ دل تھے اور ان کے خیالات اور ان کا راستہ عام ہندوؤں سے الگ تھا۔

گرو چیلے کے سلسلہ کا حساب لگایا جائے تو رامانج

کے بعد پانچویں بیڑھی میں رامانند پیدا ہوئے۔ ان کا

زمانہ چودھویں صدی عیسوی کا اختتام اور پندرہویں صدی

کا آغاز ہے۔ ان کی نسبت یہ مشہور ہے کہ ایک عرصہ تک

تیرتھ یاترا کرنے کے بعد جب گرو کی خدمت میں

واپس آئے تو ان کے ہم مذہبوں کو شک ہوا کہ سنہ کے

زمانے میں کھانے پینے کے وہ قیود جن کو وہ دھرم کا

جزو لایلفک سمجھتے تھے رامانند سے پورے طور سے نہیں

نیہم سکے اس واسطے انہوں نے رامانند کو اپنے گروہ سے

الگ کر دیا، اور رامانند نے اپنی سپردائے علیحدہ چلائی

اور ”از روے شاستروں کے یہ ثابت کیا کہ جو شخص بھگوت

سرن ہو کر بھگوت بھکتی اختیار کرے تو اس کی نسبت

پابندی برون آشرم کی فضول ہے۔ اس واسطے یہ طریق جاری

کیا کہ جو کوئی ہر چہار برون والا کسی سپردائے میں بھگوت

سرن ہو کر بھگوت بھکتی اختیار کرے سب خور و نوش

شامل ہو کچھ خصوصیت برون یعنی قوم کی نہ رہے۔

اگرچہ اس باب میں احدامِ کثیر پائے جاتے ہیں لیکن

دو ایک کا ترجمہ لکھا جانا ہے۔ نارد پلجراتر میں لکھا ہے

کہ جس طرح باپ اور گرو کے گوت سے اس آدمی کا گوت

مشہور ہوتا ہے اسی طرح بھگوت بھکتی اختیار کرنے سے

اچت یعنی بھگوت کا گوت ہو جاتا ہے۔ سو سب بھکت

باہمدگر بھائی ہیں - اگست سنگھتا میں لکھا ہے کہ جس طرح برہم چرچ، گرہست، بان پرست، سنیاس، چار آشرم ہیں، اسی طرح بھگوت بھکتی آشرم ہے، یعنی سب بھگوت بھکت ایک قوم ہیں۔ بھاگوت میں لکھا ہے کہ جو برہمن سب اپنے کرموں میں ساندھان ہے لیکن بھکت نہیں اس سے کوئی نیچ قوم جو بھکت ہوئے بہتر ہے، اور ایک تصدیق یہ بھی ہے کہ بھگوت نے بعد ختم ہونے جگ راجہ جدہشتہر کے بالمشک نیچ قوم کی بہ سبب بھگوت بھکتی کے سب بن آشرم والوں سے زیادہ عزت کبریٰ اور خاص رسوئی راجہ جدہشتہر میں بٹھلاکر درویدی کے ہاتھ سے بھوجن کرایا - فرض اسی طرح کی بہت گواہی ہیں - سو یہ طریق جاری کردہ راماند جی کا ان اقوام میں جو کہ دنیا دار ہیں مروج نہیں، اِلا جو قوم کہ دنیا کو چھوڑ کر کسی سپردائے میں بھگوت سرن ہوئی یعنی برگت ہوئی، ان میں اب تک مستعمل ہے۔" - [بھکت مال صفحہ ۵۳] - راماند جی نے اپنا مہم بنارس میں قائم کیا تھا اور ان کے مشہور چیلوں میں علاوہ برہمنوں کے ایک مسلمان جولاہ تھا، ایک جات، ایک چمار، اور ایک نائی - اب اس مسلمان جولاہ کا حال سنئے -

کبیر داس کی زندگی کے سوانح کسی مستند اور معتبر کتاب میں نہیں ملتے - چودھویں پندرھویں صدیوں کی تاریخیں چاہے وہ کسی ملک کی ہوں بادشاہوں کے حالات کے اور ان کے جنگ و جدال کے کارناموں سے بھری پڑی ہیں - مؤرخ اکثر شاہی دربار سے وابستہ ہوتے تھے، قوم کے سوشل

حالات، تمدن کا ارتقاء، مذاہب کا استلاب، ان باتوں کے سمجھنے اور لکھنے کی نہ ان کو فرصت تھی نہ لیاقت۔ مہن تو کبیر کو خوش قسمت کہوں گا کہ ان کے زمانہ مہن نہ سہی، ان کے مرنے کے کچھ عرصہ بعد سہی۔ مگر وہ انہیں اکبریؒ مہن اُن کا ذکر ان الفاظ میں ملتا تو ہے۔ —

”ہر برخے پر آنک کبیر موحّد آنجا آسودہ ہوا حقائق از زبان گنت و کردار او امروز درمیان است از فراخی مشرب و بلندی نظر مسلمانان و ہمدردی داشتے و چون خامہ استخوان و پرداخت برہمن بسوختن روے آورد و مسلمان بگورستان بردن“۔ [انہیں اکبریؒ - جلد دوم - مطبوعہ نولکشور پریس سلہ ۱۸۶۹ صفحہ ۸۲ -]

[بعض کا بیان ہے کہ کبیر موحّد وہاں دفن ہے اور لوگ اس وقت تک اس کے اقوال اور اس کے حالات بیان کرتے ہیں۔ اس کے طریق کی وسعت اور اس کی نظر کی بلندی کی وجہ سے مسلمان اور ہمدرد دونوں اس کو دوست رکھتے تھے۔ جب وہ مرا تو برہمن اس کو جلانا چاہتے تھے اور مسلمان دفن کرنا۔]

صاحب ”دبستان مذاہب“ نے کبیر کا ذکر بھراگوہوں کے حال میں اس طرح شروع کیا ہے۔ —

”کبیر جولائے نژاد کہ از موحدان مشہور ہلدست بھراگی بودہ گویند کبیر در هنگام مرشد جوئی پھش کاملان مسلمانان و ہمدرد رفت۔ انچہ می جست نہانت، سر انجام

یکے اورا دلالت بہ پیر روشن رواں راماند برہمن نمود -
[دبستان مذاہب - صفحہ ۲۰۰ -]

[کبیر جولاہہ کم ہندوستان کے مشہور موحدوں میں ہے
بہراگی تھا - کہتے ہیں کم کبیر گرو کی تلاش میں مسلمان اور
ہندو کاملوں کے پاس گیا - جو تھونڈھتا تھا نہ پایا، آخر کار
ایک شخص نے پیر روشن دل راماند برہمن کی طرف اس
کو توجہ دلائی -]

کبیر داس کی پیدائش اور موت کی تاریخوں تک
میں اختلاف ہے - کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ - زمانہ
جدید کے وقائع نگاروں کا اتفاق اس پر معلوم ہوتا ہے کم
سبت ۱۳۵۵ میں پیدا ہوئے، اور سبت ۱۵۷۵ میں وفات
پائی - اس حساب سے ان کی عمر ایک سو بیس برس کی
ہوتی ہے - وسکت صاحب نے غالباً اسی بنا پر کبیر صاحب
کی پیدائش سنہ ۱۳۹۸ ع میں، اور موت سنہ ۱۵۱۸ ع میں
بیان کی ہے - کبیر پنتھیوں میں ان کی پیدائش کے
متعلق یہ پد مشہور ہے اور کبیر صاحب کے شاگرد رشید
دھرم داس کی طرف منسوب کیا جانا ہے -

चौदह सौ पचपन साल गये चंद्रवार इक ठाठ ठये,
जेठ सुदी बरसायत को पूर्नमासी तिथि परघट भये ।

چودہ سو پچپن سال گئے چندروار اک تھاتھ تھئے
جیٹھ سدی برسات کو پورناسی تھی پرگھٹ بھئے
[چودہ سو پچپن سال گئے سوموار کے دن جیٹھ

سدی پورناسی کو ظاہر ہوئے -]

بابو شام سندھ داس صاحب کبیر گرنتمہاولی کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ ”چودہ سو پچپن سال گئے“ سے یہ مطلب ہے کہ سمیت ۱۴۵۵ ختم ہو چکا تھا اور سمیت ۱۴۵۶ شروع تھا کیونکہ حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ سمیت ۱۴۵۵ میں جیتھ، کی پورنا سوموار کو نہیں پڑتی ۱۴۵۶ میں البتہ پڑتی ہے - وفات کے متعلق دو تاریخیں بیان کی جاتی ہیں :

सम्बत पंद्रह सौ औ पांच मो मगहर कियो गमन, (۱)

अगहन सुदी एकादसी मिले पवन में पवन ।

سمیت پندرہ سو او پانچ مو مگر کیو گمن

اگھن سدی ایکادسی ملے پون میں پون

[سمیت پندرہ سو پانچ میں مگر میں انتقال کیا -

اگھن سدی ایکادسی کو ہوا میں ہوا مل گئی -]

सम्बत पंद्रह सौ पछतरा कियो मगहर को गवन, (۲)

माघ सुदी एकादसी रलौ पवन में पवन ।

سمیت پندرہ سو پچھترا کیو مگر کو گون

ماگھ سدی ایکادسی رلو پون میں پون

[سمیت پندرہ سو پچھتر میں مگر میں انتقال کیا -

ماگھ سدی ایکادسی کو ہوا میں ہوا مل گئی -]

ان دونوں میں پندرہ سو پچھتر زیادہ صحیح معلوم

ہوتا ہے -

یہ دیکھا گیا ہے کہ دنیا میں بڑے آدمیوں کے واقعات

زندگی میں اکثر خوش اعتقادی کا رنگ چڑھ جاتا ہے اور معمولی واقعات بھی نادر اور عجوبہ روزگار بنا کر بیان کئے جاتے ہیں۔ اس لئے جائے تعجب نہیں ہے اگر کبیر کی پیدائش اعجاز اور کرشمہ کے لباس میں بیان کی جاتی ہے - کبیر پلنتھ کے معتقد کہتے ہیں --

घन गरजे दामिनि दमकै बूंदें बरसैं भर लाग गये,

लहर तलाब में कमल खिले तहं कबीर परगट हुए ।

گھن گرجے دامن دمکے بوندیں برسیں جہر لاگ کئے

لہر تلاب میں کدول کھلے تھان کبیر بھانو پرگٹ ہوے

[بادل گرج رہا تھا بجلی کوند رہی تھی ' مینہ برس

رہا تھا ' جھڑی لگی ہوئی تھی ' لہر تالاب میں کسل کھلے

تھے جس وقت کبیر سورج کی طرح ظاہر ہوئے -]

کبیر کی پیدائش کے متعلق سب سے زیادہ مشہور روایت

یہ ہے کہ بنارس کا ایک مسلمان جولاہہ نبیرو نامی اپنی

بیوی نیما (نعیمہ) کے ساتھ جا رہا تھا، جب وہ لہر تالاب کے

پاس سے گذرا تو اس نے تالاب کے کنارے ایک نوزائیدہ بچہ پڑا

دیکھا - اس کو اس بیس کے حال پر رحم آیا، اور گو نعیمہ

بدنامی کے خیال سے جھپکتی تھی، مگر وہ بچہ کو گھر آٹھا

لایا، اور اس کی پرورش کرنے لگا - قاضی سے جب بچہ کے نام

دکھلے کی فرمائش کی تو فال میں کبیر کا لفظ نکلا، اور بچہ

اسی نام سے مشہور ہوا - یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کبیر ایک

بیوہ برہمنی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے - ایک برہمن سوامی

واماند کے بڑے معتقد تھے اور ان کے درشن کرنے کو جایا

کرتے تھے - ایک روز اپنی بیوہ لڑکی کو بھی ساتھ لے گئے - جب لڑکی نے رمانند جی کو پرنام کیا تو انہوں نے اس کو دعا دی کہ تجھے بیٹا ہو - برہمن نے پریشان ہو کر لڑکی کے بیوہ ہونے کا حال بیان کیا رمانند جی نے کہا کہ میرا کہا بے کار نہیں جا سکتا - ایام مقررہ گزرنے کے بعد کبیر داس اس کے بطن سے پیدا ہوئے - اس نے لوک لاج کے قدر سے بچہ کو تالاب کے کنارے پھینک دیا جہاں سے وہ نبہرو اور نعیمہ کے گھر پہونچا - یہ روایات کبیر صاحب کی پیدائش کے متعلق سینہ بسینہ چلی آتی ہیں ، اور یہ کہنا مشکل ہے کہ ان میں کتنا اصل واقعہ ہے اور کتنا مبالغہ - اگر یہ صحیح ہے کہ کبیر صاحب ایک ہندو عورت کے بطن سے پیدا ہوئے مگر ان کی پرورش روز اول سے ایک مسلمان کے گھر میں ہوئی تو یہ ضرور کہا جائے گا کہ ان کی پیدائش اور پرورش کے یہ واقعات ان کی زندگی کا پیش خیمہ تھے ، کیونکہ ہندوستان کی تاریخ میں کسی شخص کا نام نہیں لیا جا سکتا جس نے ہندو مسلمانوں کو ایک کرنے کی اور ان میں اتفاق اور یکجہتی پیدا کرنے کی کبیر صاحب سے زیادہ کوشش کی ہو -

کبیر صاحب نے اپنی زندگی کے بعض حالات اپنے کلام میں نظم کر دیئے ہیں اور اسی وجہ سے یہ وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ذات کے جولاہے تھے ، بنارس میں رہتے تھے ، آخر عمر میں مکہ چلے گئے تھے ، پڑھے لکھے نہ تھے اور رمانند کے چہلے تھے -

جات جولاہا کیا کرے ہیردے بے گپال۔

جات جولاہہ کیا کرے ہردے بے گپال

[ذات کا جولاہہ ہے تو کیا ہوا، دل میں گپال

بسا ہوا ہے -]

تو باہمن میں کاسی کا جولاہا، بھوئو مہر جانا۔

تو باہمن میں کاسی کا جولاہا بوجھو مور کیا

[تو برہمن یعلیٰ پلڈت ہے میں کاشی کا جولاہا ہوں،

مہرے کیاں کو تو سمجھ -]

سکال جنم سبپوری گواہا، مہرے بار مہرے ہٹ ڈاہا۔

سکال جنم شوپوری گواہا مہرے بار مہرے ڈاہا

[ساری زندگی تو کاشی میں بیٹھی، مہرے وقت مہرے

چلا گیا -]

کاسی میں ہم پرگٹ ہئے، ہیں رامانند چتاہے۔

کاشی میں ہم پرگٹ ہئے ہیں رامانند چتاہے

[کاشی میں ہم پیدا ہوئے ہیں اور رامانند نے ہم

کو رموز معرفت سے آگاہ کیا ہے -]

مسی کاگد بھوئو نہیں، کلم گھوئو نہیں ہاتھ۔

چار یو یو کا مہاتم، مسخہیں جناہے بات۔

مسی کاگد چھوئو نہیں کلم گھوئو نہیں ہاتھ

چار یو جگ کا مہاتم مہرے ہیں جاناہے بات

[روشنائی اور کٹھن کبھی نہیں چھو، قلم کبھی ہاتھ میں نہیں لیا، لیکن چاروں جگہوں کے حالات میں نے زبان سے بیان کر دیے۔]

لڑکپن ہی سے کبیر صاحب دنیا کی طرف کم اور خدا کی طرف زیادہ مائل تھے۔ ان کے عقائد ویدانتیوں اور صوفیوں کے سے معلوم ہوتے ہیں۔ دنیا دھوکا ہے، اس سے منہ موڑ کر معبود حقیقی کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ جس کو خدا مل گیا اس کو سب مل گیا، بھکتی پریم یا عشق خدا کے ملنے کا سب سے عمدہ ذریعہ ہے، اور یہ بلا تفریق ذات و مذہب ہر شخص کے امکان میں ہے۔ خدا ایک ہے، اور ہندو مسلمان سب اس کے بندے ہیں، مذہبوں کا فرق بے معنی ہے، صفائے باطن اور طلب صادق حصول نجات کے لئے کافی ہیں۔ جوں جوں کبیر صاحب بڑے ہوئے عقائد کا یہ رنگ چوکھا ہوتا گیا اور وہ بھیجن لگا کر لوگوں کو اُپدیش دینے لگے، مگر عوام ان کو نگرا یعنی بے پھر کہ کے چڑھاتے تھے۔ اعتراض یہ تھا کہ جس نے خود کسی گرو سے نصیحت نہیں حاصل کی وہ دوسروں کو کیا نصیحت کرے گا؟ اس وجہ سے ان کو مرشد کی تلاش ہوئی۔ اس زمانہ میں بنارس میں سوامی رامانند جی سب سے بڑے مہاتما مانے جاتے تھے، مگر دقت یہ تھی کہ کبیر مسلمان تھے اور ان کو یہ خیال تھا کہ رامانند مجھے چیلہ نہ بناویں گے۔ کبیر نے یہ چال چلی کہ ایک روز علی الصباح گلگا کنارے گھات کی ایک سیڑھی پر جا کر لیٹ رہے،

داماند جي جب حسب معمول نہانے کے واسطے آئے اور سیڑھیوں سے اُترنے لگے تو اچانک ان کا پاؤں کبیر کے سر پر پڑا - کبیر کلبلائے ، داماند جي کو جب یہ معلوم ہوا کہ ان کا پاؤں کسی انسان پر پڑ گیا ہے تو انہوں نے دام دام کہہ کر اپنے پاؤں ہٹا لیا - داماند تو اپنے راستہ چلے گئے مگر کبیر اسی دن سے اپنے تئیں داماند کا چیلہ کہلے لگے - جب داماند کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے کبیر کو بلا کر اس کی تحقیقات کی اور اصل واقعہ سے مطلع ہو کر کبیر کو گلے لگا لیا اور ان کو اپنے مریدوں کے زمرہ میں داخل کر لیا -

داماند کے مرید ہونے کے بعد بھی کبیر نے رسمی معنوں میں دنیا کو نہیں چھوڑا - جولاہہ کا پیشہ کرتے تھے ، کپڑا بٹتے اور بازار میں جاکر بیچ آتے ، کبھی کبھی سادھو سنتوں کو دے ڈالتے اور گھر خالی ہاتھ لوٹ آتے - دنیا میں رہ کر اور دنیا داری کے فرائض انجام دیکر کبیر صاحب درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے اور دل بہ یار دست بہ کار کے مصداق تھے - ان کی شادی بھی ہوئی تھی - شادی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ جب کبیر کی عمر ۳۰ برس کی تھی وہ ایک روز گنگا کنارے گھومتے پھرتے ایک بن کھنڈی بھرائی کی گُتھی کے پاس پہنچ کر بیٹھ گئے - کچھ دیر بعد ایک ۲۰ برس کی لڑکی وہاں آئی اور اس نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں کبیر ہوں - پھر اس نے ان کی ذات پات کا حال پوچھا تب بھی انہوں نے

وہی جواب دیا، یعنی ”کبیر“۔ لڑکی نے کہا سنت تو یہاں اکثر آتے ہیں مگر کسی نے ایسا نام اپنا یا اپنی ذات کا نہیں بتایا، کبیر نے کہا کہ ہاں یہ سچ ہے۔ اتنے میں پانچ سنت آ پہنچے، لڑکی کُتی میں سے دودھ لے آئی اور ایک ایک حصہ دودھ کا ہر ایک کو دیا۔ کبیر نے اپنا حصہ زمیں پر رکھ دیا۔ جب سنت اپنے اپنے حصہ کا دودھ پی چکے تو انہوں نے کبیر سے پوچھا کہ تم دودھ کیوں نہیں پیتے؟ کبیر نے کہا کہ گنگا پار سے ایک اور سادھو آ رہا ہے، میں نے یہ حصہ اس کے واسطے رکھ چھوڑا ہے۔ لڑکی نے کہا آپ اپنا حصہ پی لیجئے، اس کے واسطے اور دودھ موجود ہے۔ کبیر نے کہا ہم شبدھاری ہیں۔ اتنے میں وہ سادھو آ گیا اور دودھ اس کو دے دیا گیا۔ جب سنتوں نے لڑکی سے اس کا حسب نسب دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ میرے ماں باپ نہیں ہیں۔ میری پرورش ایک بن کھنڈی بھرائی نے کی تھی، اس کے مر جانے کے بعد اب میں اکیلی رہتی ہوں۔ بھرائی کہا کرتا تھا کہ میں ایک دن گنگا جی میں اشدان کر رہا تھا، ایک ٹوکری بہتے بہتے میرے بدن سے آن لگی، میں نے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں ایک بچہ کیڑوں میں لپٹا ہوا تھا۔ میں نے گھر لاکر اس کی پرورش کی اور اس کا نام لوئی رکھا۔ وہ لوئی میں ہوں۔ پھر لوئی نے کبیر سے کہا ”سوامی“ مجھے کوئی ایسی بات بتائے جس سے شانتی حاصل ہو۔ کبیر نے اس کو ست نام کی تعلیم دی۔ لوئی کبیر کے ساتھ چلی آئی اور اس کے گھر میں رہنے لگی۔ بعض اس کو کبیر

کی بیوی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے ، دوسرا گروہ کہتا ہے کہ کبیر اور لوئی میں زن و شو کا تعلق نہیں ہوا اور بچوں کا وجود کشف و کرامات سے بتاتا ہے ۔ ایک مرتبہ کبیر نے دریا میں ایک بچے کی لاش دیکھی ، انہوں نے اس کے کان میں کچھ کہا ۔ بچہ رونے لگا اور زندہ ہو گیا ۔ اسی طرح ایک دوسرے موقع پر کہا جاتا ہے کہ ایک پڑوسی کی لڑکی مر گئی تھی ، کبیر صاحب والدین کی اجازت سے لاش اپنے یہاں لے آئے اور اس کو زندہ کر لیا ۔ لوئی نے ان دونوں کی پرورش کی اور یہ کمال اور کمالی کے نام سے مشہور ہوئے ۔ مگر کمال دنیا کا آدمی تھا اور کبیر کے نقطۂ نظر سے نااہل ۔ اُسے کبیر کی روحانیت سے کوئی تعلق نہ تھا ، اس سے انہوں نے کہا —

دوبا بنس کبیر کا اُپنجا پوت کمال

ہری کا سمرن چھوڑ کے گھر لے آیا مال

[کمال کا سا لڑکا پیدا ہونے سے کبیر کا خاندان دوبا

گیا ۔ کمال نے خدا کی یاد چھوڑی اور مال اپنے گھر لایا ۔]

کمالی کے متعلق مشہور ہے کہ وہ ایک دن کمنوے پر پانی بھر رہی تھی ، ایک پیاسے برہمن نے اس سے پانی مانگا ، پانی پی کر جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ کمالی جولاہے کی لڑکی ہے تو وہ بہت خفا ہوا اور کہنے لگا کہ تو نے مجھے بے دھرم کر دیا ۔ دونوں کبیر کے پاس آئے ، کبیر نے برہمن دیوتا کو بتایا کہ آخر سمجھو تو پاک اور ناپاک کیا چیز ہے ؟ سیکڑوں لاشیں اور

ملوں پتھیاں پانی میں سڑا کرتی ہیں، کروڑوں آدمی زمین میں دفن ہیں، اور اسی مٹی سے وہ برتن بنائے جاتے ہیں جن میں تم پانی پیئے اور کھانا کھاتے ہو۔ کھانا کھاتے وقت تم کپڑے اُتار ڈالتے ہو، صرف ایک دھوتی باندھے رہتے ہو، مگر وہ دھوتی جلاھے کی بنی ہوئی ہوتی ہے۔ مکھیاں غلیظ اور مردار پر بیٹھتی ہیں اور وہاں سے اُڑ کر تمہارے کھانے پر بیٹھتی ہیں۔ کیا تم ان کو روک سکتے ہو؟ اسی طرح کا ایک اور قصہ ”دبستان مذاہب“ میں درج ہے —

”گویند جمعے از برہمدان بر لب آب گنگ نشسته ستائش
آن آب می نمودند کہ جمیع گناہان ازو شسته شود مقارن این
کلام یکے از برہمدان آب خواست۔ کبیر کہ سخندان ایشان می
شہید از جا جسته کاسہ چوبین کہ باخود داشت پر آب کردہ نزد
برہمن برد۔ چون کبیر جولاہہ نژاد بود کہ مردم فرومایہ اند و
برہمدان از دست این طائفہ نہ خورند و نیاشامند آب نہ
پذیرفت۔ کبیر گفت شما حال میفرمودند کہ بہ آب گنگ تن
و روان را از آلائش گناہ و وسخ ذنوب توان شست کہ ہمہ را
زائل می کند۔ ہرگاہ این آب ظرف چوبین مرا پاک نہاد
کرد چندین ستائش را نہ سزد“۔ [دبستان مذاہب -
صفحہ ۲۰۰ -]

[کہتے ہیں کہ کچھ برہمن گنگا کنارے بیٹھے ہوئے گنگا
جل کی تعریف کر رہے تھے کہ اس سے سارے گناہ دھو جاتے
ہیں۔ ان میں سے ایک نے پانی مانگا۔ کبیر ان کی باتیں سن

رہا تھا ، اُنہم کو گھا اور اپنا پیالہ پانی سے بھر کر برہمن کے پاس لے آیا۔ چونکہ کبیر جولاہہ تھا اور برہمن ان لوگوں کے ہاتھ کا چھوا ہوا کھاتے پیتے نہیں ہیں ، اس برہمن نے پانی نہیں پیا۔ کبیر نے کہا آپ ابھی فرماتے تھے کہ گنگا جل سے گناہ کی گندگی سے بدن اور روح دھو جاتے ہیں۔ اگر یہ پانی میرے برتن کو بھی پاک نہیں کر سکتا تو اس تعریف کے قابل نہیں۔]

بھکت مال میں لکھا ہے کہ وہ کبیر جی کاشی میں بھگوت بھکت ایسے ہوئے کہ جن کی بھکتی اور پرتاپ اور معجزات مشہور و زبان زد خلایق ہیں۔ جنہوں نے بھگوت بھکتی سے خلاف امور کو ادھرم جانا یعنی جوگ و جگ و دان و برت وغیرہ بلا بھگوت بھجن اور بھاؤ کے سب فضول اور ناحق تصور کئے اور فی الحقیقت شاستروں کا بھی مطلب خاص یہی ہے کہ دیگر سب سادھن یعنی جوگ، جگ، تپ، دان، وغیرہ مثل صفر کے ہیں، اور رام نام مثل ہندسہ کے ہے اگر رام نام کا ہندسہ موجود ہے تو وہ جوگ، جگ، وغیرہ صفر رام نام کے ہندسہ پر ایذا دہ ہو کر سب دس گئے ہو جاتے ہیں، اور اگر رام نام کا ہندسہ نہیں تو سب وہ صفر ناحق اور خالی از کار بلکہ بجائے ندارد کے ہیں، اور مطلب اس تحریر سے یہ ہے کہ جو سادھن ہو وہ واسطے حصول بھکتی اور محبت رام نام اور بھگوت کے ہو نہ برائے دیگر مزخرفات دنیوی و بہشت وغیرہ کے۔ کبیر جی نے ایک ایسا گزنتھ بنایا جس کو ہر فریق والا تسلیم کرے اور بلا تعصب واسطے مغفرت ہر ایک کے کار آمد ہو۔ بھگوت

بھجن بلا تزلزل کرنے والے ایسے تھے کہ بھجن کے دوہرو ہر
 آشرم دھرم سب ناچھڑ تصور کئے " - [بھکت مال - صفحہ
 [- ۲۳۹]

کبیر سے ہندو اور مسلمان دونوں ناخوش رہتے تھے - ہندو
 اس لئے کہ مسلمان ہو کر ہندو مذہب کی تعلیم و تلقین کا
 دعویٰ کرتے تھے ، اور مسلمان اس لئے کہ وہ ہندو مذہب کے
 عقائد کی ٹٹا و صفت کرتے تھے - علاوہ برہمن چونکہ کبیر صفائے
 باطن اور اصلاح قلب کے قائل اور عامل تھے وہ مذہب کے
 ظاہری پاکہند اور رسم و رواج کے کھلے بلندوں مذمت کرتے تھے ،
 اور ہندو مسلمانوں کو یکساں پھٹکارتے تھے - مثلاً ملاحظہ ہو

سنتو راہ دوڑ ہم ڈیٹا ،
 ہینڈو تھک ہٹا نہی مانے ، سواد سبن کو میٹا ।
 ہینڈو برت عکاदسی ساڈے ، دھ سینگاڈا سےتی ،
 ان کو त्यागे मन नहि हटके , पारन करे संगोती ।
 رोजا تھک نماز گوارے ، بسمیل باگ پکارے ،
 انکو भिस्त कहाँ ते होइ है , सांभे मुरगी मारै ।
 ہینڈو دیا مہر کو تھکن دونوں غٹ سے त्याگی ،
 وہ ہلال وہ بھٹکا مارے ، آگ دونو کو لاگی ।
 ہینڈو تھک کی عک راہ ہے ، ستگور یہی بتاई ،
 कहहिं कबीर सुनो हो सन्तो राम न कहेउ खुदाई ।

سنتو راہ دوڑ ہم ڈیٹا

ہندو ترک ہٹا نہیں مانے سواد سبن کو مہٹا

ہندو برت ایکادسی سادھے دودھ سنکھارا سیتی
 ان کو تھاکے من نہیں ہت کے پاران کرے سگوتی
 روجا تُرگ نماج گجارجے بسمل بانگ پکارے
 ان کو بہست کہاں تے ہوئی ہے سانجھے مَرگی مارے
 ہندو دیا مہر کو ترکن دونوں گھٹ سے تہائی
 وے حلال وے جھٹکا ماریں آگ دُنوں کو لائی
 ہندو ترک کی ایک راہ ہے ست گرو اِہے بتائی
 کہی ہی کبیر سنو ہو سنتو رام نہ کہے او کہودائی

[سنتو، ہم نے دونوں راستے دیکھے - ہندو مسلمان
 اپنی ہت سے نہیں مانتے، مزہ دونوں کا میٹھا ہے -
 ہندو ایکادشی کا برت رکھ کر دودھ، سنکھارا کھاتے ہیں، اناج
 چھوڑتے ہیں، مگر من نہیں رکتا، گوشت کھاتے ہیں -
 مسلمان روزہ نماز کرتے ہیں، بسم اللہ کی بانگ لگاتے
 ہیں، ان کو کہاں سے بہشت ملیگی جو روز شام کو
 مرغی مارتے ہیں - ہندوؤں نے دل سے دیا چھوڑ دی اور
 مسلمانوں نے مہربانی چھوڑ دی، وہ حلال کرتے ہیں، وہ
 جھٹکا مارتے ہیں، دونوں کو آگ لگی ہے - ست گرو
 نے یہی بتایا ہے کہ ہندو مسلمانوں کی ایک راہ ہے -
 کبیر کہتا ہے کہ سنتو، سنو رام نہ کہو تو خدا کہو -]

روایت ہے کہ ہندو مسلمان دونوں نے تنگ آکر بادشاہ
 وقت سکندر لودی سے شکایت کی، اور بادشاہ نے ان کے مارے
 جانے کا حکم دیا - حکم کی تعمیل اُس طرح کی گئی کہ کبیر

کو زنجیروں سے جکڑ کر ایک ناؤ میں بٹھا دیا اور ناؤ میں پتھر بھر دئے۔ خدا کی قدرت دیکھئے کہ ناؤ دوب گئی اور کبیر مرگ چھالا پر بیٹھ پانی پر تھرتے نظر آئے۔ پھر پکڑے گئے، آگ میں ڈالے گئے، مگر اس آتشین غسل سے بھی ان پر آنچ نہ آئی۔ حکم ہوا کہ ہانہی کے پاؤں سے کچلے جائیں، مگر ہانہی کو کبیر ایک مہیب شیر کی شکل میں نظر آئے اور وہ خود ڈر کر بھاگ گیا۔ کبیر صاحب کا ایک شعر بھی اس واقعہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے —

گंगा गोसाइनी गहिर गंभीर ,
 जंजीर बांध कै खरे कबीर ।
 मन न डगे तन काहे को डराये ,
 चरन कमल चित रहो समाये ।
 गंग की लहर मेरी टूटी जंजीर ,
 मृगछाला पर बैठे कबीर ।
 कह कबीर कोउ संग न साथ ,
 जल थल राखत हैं रघुनाथ ।

گنگا گوسائلی گہر گنہیر
 جلیجیر باندھ کر کھرے کبیر
 من نہ ڈگے تن کاہے کو ڈراے
 چرن کمل چت رہو ساء
 گنگ کی لہر مہری توٹی جلیجیر
 مرگ چھالا پر بیٹھ کبیر

کہ کبیر کوڑا سنگ نہ ساتھ
جل تھل راکھت ہیں دگھوناتم

[گنگا بہت گہری ہے ، کبیر زنجیر میں بندھے کھڑے
ہیں ، دل مضبوط ہو تو تن کہوں خوف کھائے - میرے دل
میں بھگوان کا قدم سایا ہوا ہے ، گنگا کی لہر سے میری
زنجیر ٹوٹ گئی ، کبیر مرگ چھالا پر بیٹھے ہیں -
کبیر نہ کوئی سنگ ہے نہ ساتھ ، تری اور خشکی میں
دگھوناتم حفاظت کرتے ہیں -]

کبیر صاحب کے کلام میں شیخ تقی کا نام کبھی کبھی
آتا ہے ، مثلاً —

घट घट में अबिनाशी, सुनो तकी तुम सेख ,
گھٹ گھٹ میں ابناشی سنو تقی تم شیخ
[اے شیخ تقی ، تم سنو ، ہر دل میں الزوال
(خدا) بستا ہے -]

मानिकपूर में कबीर बसै री ,
मिदहत सुन सेख तकी केरी ।
ओजी सुनी जौनपूर थाना ,
भूँसी सुनी पीरन के नामा ।

مانک پور میں کبیر بسے دی
مدحت سن شیخ تقی کے دی
اوجی سنی جونپور تھانا
جھونسی سنی پیرن کے ناما

[شیخ تقی کی تعریف سن کر کبیر کچھ دن مانک پور میں رہا، اس نے جونپور میں اوجی کا حال سنا، جھونسی میں اس نے پیروں کے نام سنے -]

مسلمان کبیر پنتھیوں کا خیال ہے کہ کبیر شیخ تقی کے مرید تھے اور ہندو سمجھتے ہیں کہ شیخ تقی اور کبیر سے مذہبی مباحثہ ہوا کرتا تھا - اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اپنی طول طویل سیر و سیاحت میں جس کا سلسلہ شاید بلخ تک پہنچا تھا کبیر صاحب کی صحبت صوفی منش بزرگوں سے رہی ہوگی، کیونکہ کبیر صاحب کے خیالات ان سے ملتے جلتے تھے، اور شیخ تقی غالباً اسی وضع کے کوئی بزرگ ہوں گے - وسکت صاحب کی رائے ہے کہ اس نام کے دو بزرگ تھے ایک کا مسکن الہ آباد اور فتحپور کے درمیان کرا مانک پور کا قصبہ تھا، یہ ذات کے نداف اور فرقہ چشتیہ کے صوفی تھے، ان کی اولاد اس گرد و نواح میں اب تک پائی جاتی ہے - دوسرے شیخ تقی الہ آباد کے قریب جھونسی کے قصبہ کے رہنے والے تھے، اور فرقہ سہروردیہ کے صوفی تھے - ان کی قبر اب تک جھونسی میں پوجی جاتی ہے - کبیر صاحب کا کلام ظاہر کرتا ہے کہ ان کے دل و دماغ پر اسلام کا کافی اثر تھا، جہاں وہ اسلام کے بعض رسم و رواج کا مذاق اُڑاتے تھے وہیں اسلام کے بعض عقائد سے وہ ضرور متفق تھے - توحید کی تلقین، بت پرستی کی مذمت، ذات پات اور چھوت چہات سے انکار، جس طرح کبیر صاحب کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مروجہ ہندو مذہب سے اختلاف کرنے کی ضرورت ایک وجہ یہ

تھی کہ ان باتوں میں انہوں نے اسلام کا اثر قبول کیا تھا -

پاھن پُجے हरि मिले तो मैं पूजू पहार ,

پاھن پوجے ھری ملیں تو پوجوں پہار

[اگر پتھر کے پوجنے سے ھری (خدا) ملے تو میں

پہار کو پوجوں -]

एक जोतिहिँ सब उपजा, कौन बहमन कौन सूदा,

ایک جوتی میں سب اُپجا کون باھمن کون سودا

[ایک نور سے سب پیدا ہوئے ہیں ، کون برھمن ھے

اور کون شودر -]

कहे कबीर इक राम जपो रे, हिन्दू तुर्क न कोई ।

کہے کبیر اک رام جپورے ھندو ترک نہ کوئی

[کبیر کہتا ھے ایک رام کو جپو ، نہ کوئی ھندو ھے

نہ مسلمان -]

اور کبیر صاحب پر کیا موقوف ھے ، اسلام کے عقائد اور

اسلام کی مثال کا اثر ھندوؤں پر شمالی ھندوستان میں عالمگیر

تھا - مسٹر مہادیو گوہند راناڈے کی رائے ھے کہ شمالی اور جنوبی

ھندوستان میں ھندوؤں کے بعض رسم و رواج میں جو بہن

فرق نظر آتا ھے ، خصوصاً شودروں اور اچھوتوں کے ساتھ شمالی

ھندوستان میں جو کم سختی برتی جاتی ھے اس کی

ایک وجہ یہ ھے کہ شمالی ھندوستان میں اسلام کا اثر

گہرا اور دیرپا تھا - اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں - جب

تک انسان انسان ہے وہ اپنے گرد و پیش کے اُتروں کو ضرور قبول کرے گا - ہندوستان کی تاریخ کو جن لوگوں نے غور سے پڑھا ہے اور اس ملک کے ہندو مسلمانوں کے مذہبی عقائد اور سوشل رسم و رواج کو اچھی طرح پرکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ مسلمانوں کا ہندوؤں پر اور ہندوؤں کا مسلمانوں پر کیسا گہرا اور وسیع اثر پڑا ہے، یہاں تک کہ ایک فرنگی فلسفی کی رائے ہے کہ —

Sufism is the lyrical version of Vedanta.

[صوفی مذہب ویدانت ہے مگر غزل کی شکل میں -]

اس جگہ یہ بھی کہ دوں کہ کبیر صاحب پر عیسائی مذہب کا کوئی اثر نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا - وسکٹ صاحب نے دبی زبان سے اور سر جارج گریرسن نے امپیریل گریٹر آف انڈیا کی دوسری جلد میں کہل کر یہ فرمایا ہے کہ کبیر صاحب پر مذہب عیسوی کا اثر تھا - سر جارج گریرسن تو یہاں تک کہتے ہیں کہ انہوں نے نہ صرف اپنے عقائد بلکہ جن الفاظ میں ان عقائد کو بیان کیا وہ بھی نسٹوری عیسائیوں سے حاصل کئے تھے - میری رائے میں یہ دعویٰ اسی قدر بے بنیاد اور لغو ہے جس قدر بعض فرنگیوں کا یہ دعویٰ کہ سنسکرت کے ناٹک یونانی ناٹکوں سے نقل کئے گئے ہیں - اس میں شک نہیں کہ اس وقت دنیا میں فرنگی اقوام کا تسلط ہے نہ صرف ملک اور زمین پر، بلکہ دل و دماغ پر بھی - اس میں بھی شک نہیں کہ پچھلے تین سو برس میں مادی دنیا میں فرنگیوں نے حیرت انگیز ترقی کی ہے،

لیکن اس کے معنی یہ ہرگز نہیں کہ دنیا میں جو کوئی چیز ہے وہ فرنگی ہے یا فرنگیوں کی نقل ہے۔ خود عیسائی مذہب نے بودھ مت اور ایشیا کے دیگر مذاہب سے جو کچھ سیکھا اس کا ذکر نہیں کیا جاتا، مگر جہاں اس کا وجود بھی نہیں وہاں عیسائی اثر کو خواہ مخواہ قائم کیا جاتا ہے۔ کبیر صاحب مذہبی آدمی تھے، اور ان کے کلام میں شروع سے آخر تک مذہب کا چرچا ہے، مگر عیسائی مذہب کا کہیں نام بھی نہیں۔ ان کے بیانات سے صاف واضح ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے علاوہ کسی اور کے مذہب سے واقف نہ تھے:

(۱) کرتا کرتم باجی لاری

ہینڈو تھک دوئی راہ چلاری

کرتا کرتم باجی لاری

ہندو ترک دوئی راہ چلائی

(۲) سنتو راہ دوڑ ہم ڈیٹا

ہینڈو تھک ہٹا نہیں جانے

سواد سبن کو مہٹا

سنتو راہ دوڑ ہم ڈیٹھا

ہندو ترک ہٹتا نہیں جانے

سواد سبن کو مہٹھا

(۳) ارے ہن دوڑ راہ ن پارے

ہینڈون کی ہینڈوآری دیکھی، تھکن کی تھکاری۔

ارے ان دُوھن راہ نہ پائی
هندون کی هندوائی دیکھی ترکن کی ترکائی

مرنے سے کچھ دن پہلے کبیر صاحب بنارس سے مکہ چلے گئے تھے۔ عوام کا عقیدہ ہے کہ جو کاشی میں مرنا ہے اس کی مُکتی ہو جاتی ہے، اور مکہ کی نسبت یہ مشہور ہے کہ وہاں جو مرنا ہے اس کا دوسرا جنم گدھے کا ہوتا ہے۔ کبیر صاحب کو بھگوت پریم پر بھروسہ تھا اور اپنی بھکتی پر ناز۔ وہ سمجھتے تھے کہ میرے عشق صادق نے مجھے ان جھگڑوں سے بے نیاز کر دیا ہے اور پرمتا ہر دم میرے ساتھ ہے۔ فرماتے ہیں —

کيا कासी क्या ऊसर मगहर राम हिरदै बस मोरा ।
जो कासी तन तजे कबीरा रामै कौन निहोरा ॥

کیا کاشی کیا اوسر مکہ رام ہر دے بس مورا
جو کاسی تن تजे کبیرا رامے کون نہورا

[کاسی ہو یا اوسر مکہ مجھے پروا نہیں، میرے دل میں رام بسا ہوا ہے، اگر کبیر کی موت کاشی میں ہوتی تو پھر رام کا کون سا احسان؟ مطلب یہ کہ کاشی میں جو کوئی مرنا ہے اس کی مُکتی تو ہوتی ہی ہے، کبیر مرے تو اس کی مُکتی بھی ہو جائے گی۔ ہاں، مکہ میں مروں اور مُکتی ہو تو معلوم ہو کہ رام نے اپنے بھکت کی قدردانی کی۔]

ایک نکتہ اور ذہن میں رکھنے کے قابل ہے کہ کبیر صاحب جب ’’رام‘‘ کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو ان کا مطلب آجودھیا کے راسچندر جی سے نہیں ہوتا بلکہ اسی ایک پرمانتا سے ہوتا ہے جس کو وہ سرگن اور نرگن یعنی صفات اور ذات سے اعلیٰ اور ارفع جانتے ہیں۔

सकल जनम शिवपुरी गंवाया
मरती बेर मगहर उठ धाया ।
बहुत बरप तप कीया कासी
मरन भया मगहर को बासी ॥
سکل جنم شِویپوری گنوا یا
مرتی بیر مگہر اُتھ دھایا
بہت برکم تپ کی آکاسی
مرن بھیا مگہر کو باسی

[ساری زندگی شِویپوری (بنارس) میں صرف کی،
مرتے وقت مگہر چلا گیا، بہت برس کاشی میں تپ
کیا، مرتے وقت مگہر کا باشندہ بنا۔]

مشہور ہے کہ مرنے کے بعد کبیر صاحب کے ہندو اور
مسلمان مریدوں میں جھگڑا ہوا۔ ہندو کہتے تھے کہ ہم لاش
کو جلاوینگے، مسلمان کہتے تھے کہ ہم دفن کریں گے۔ جھگڑے
نے طول کھینچا اور تلوار چلنے کو تھی کہ لاش کے اوپر سے
چادر اُٹھا کر جو دیکھا تو لاش کی جگہ پھولوں کا ایک ڈھیر
نظر آیا۔ آدھے پھول مسلمانوں نے لیکر مگہر میں دفن کئے،

اور ان پر ایک مزار بنا دیا ، باقی پھول ہندوؤں نے جلا کر
بندارس میں لاکر دفن کئے اور اُن پر ایک مکتبہ بنوا دیا جو
کبیر چورے کے نام سے مشہور ہے ۔

چٹاں با نیک و بد عرفی بسر برکز پسِ مردن
مسلمانان بزمزم شوید و ہندو بسوزانک
ملشی معصود خلل انصاری صاحب نے مکبر کو خود
جا کر دیکھا ہے ۔ اپنی کتاب کبیر جنم ساکھی مطبوعہ
سنہ ۱۹۲۵ میں لکھتے ہیں:—

ریلوے اسٹیشن مکبر سے قریب آدم میل ہے ۔ راستہ
صاف نہیں ہے ۔ مزار ایک پختہ چہار دیواری سے
محدود ہے جس کے دو دروازے ہیں ۔ احاطہ کے
اندر چلند مکانات شاگرد پیشوں کے بنے ہوئے ہیں جو
اب غہر آباد ہیں دو درخت زبردست اِملی کے
کھڑے ہوئے مزار پر سایہ فگن ہیں ۔ دو گلوں شاہی
وقت سے معافی مزار کے متعلق ہیں ، ایک سرموا
معافی مسلمانوں کے اہتمام وصول تحصیل میں
ہے ، دوسرا موضع بلوا ہندوؤں کے متعلق معافی
ہے ۔ اطیع اللہ و امانت اللہ مجاور مزار کے ہیں
.... مزار کے برابر ایک دوسرا احاطہ بطور سداہم
کے بنا ہوا ہے جس میں ایک مستقل سادھو
رہتا ہے ۔ جو تحائف یا پرشاد ہندو لاتے ہیں
اس کے پاس جمع ہوتے ہیں ۔ ہم کو بھی اس

ہندو سادھو نے جس کا نام گیا داس ہے تھوڑی سی
 مٹھائی دی جو بطور تبرک کے تھی ۲۷
 ماہ ربیع الثانی کو عرس ہوتا ہے ایسے ہی
 ایک مہلہ ہندوؤں کی جانب سے ہوتا ہے - دور
 دور سے لوگ ہندو مسلمان آتے ہیں - دونوں مدفن
 برابر بلے ہوئے ہیں - احاطے جدا جدا ہیں ہندو
 کہتے ہیں کہ یہ مقام ہے جہاں ان کے پھول
 دفن کر دئے گئے ، یا وہ غائب ہو گئے - مسلمان اپنے
 مزار کو مقام مدفن قرار دیتے ہیں - غرض کہ اپنے
 اپنے خیال سے کام لے رہے ہیں - دونوں دیہات کی
 معافیات سے خود بھی کھاتے پیتے ہیں اور صادر
 وارد کی بھی خاطر تواضع کرتے ہیں -

کبیر صاحب پر کیا موقوف ہے ، ہر بڑے آدمی کے متعلق ،
 خصوصاً ہر مذہبی پیشوا کی زندگی کے گرد عوام کا تخیل
 اور مریدوں اور چھلوں کی خوش اعتقادی اس قسم کے کشف
 و کرامات کی روایات جمع کر دیتی ہے - شاید ان سے اس
 امر کا اظہار بھی مقصود ہوتا ہے کہ طالب صادق اگر اپنے
 محبوب کی تفتیش اور تجسس میں اپنے تئیں خاک میں
 ملا دیتا ہے تو پرمانتا بھی اُس کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتا
 اور آڑے وقت سدا اس کے کام آتا ہے اور ہمیشہ اس کی
 مشکلکشائی کرتا ہے - بہر حال ان سنتوں اور مہاتماؤں کی
 زندگی کا اصلی سبق معجزوں اور کرامات کے قصوں سے نہیں
 حاصل ہوتا بلکہ ان کی اخلاقی اور روحانی تعلیم سے اور

اس سچي شہادت سے جو وہ اپني زندگي اور اپنے تجربہ سے دنيا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ کبیر صاحب کی لاش غائب ہو گئی ہو یا نہ غائب ہو گئی ہو، کبیر صاحب کے سامنے سے ہاتھی بھاگ گیا ہو یا نہ بھاگ گیا ہو، لیکن اس سے کون انکار کرے گا کہ انہوں نے اپنی پوری کوشش مکر و دیا، آدمبر اور پاکھنڈ کے توڑنے، حق اور سچائی کے پھیلانے، اور ہندوؤں اور مسلمانوں، برہمنوں اور شودروں کو ایک کرنے میں صرف کی، اور ان کا شمار صاحبان معرفت اور مصلحان مذہب کی بزم نورانی کے بالانشینوں میں ہے۔ اہل ہند احسان فراموش نہیں ہیں، اور وہ اس سچے، نیک، اور ندر مہاتما کی گراں مایہ اور لازوال خدمت کو فراموش نہیں کریں گے۔

کبیر صاحب جیسا کہ وہ خود اقرار کرتے ہیں پڑھے لکھے نہ تھے۔ انہوں نے لوگوں کے دلوں کو تیغ زبان سے تسخیر کیا تھا۔ ان کے مرنے کے بعد اُن کے مریدوں اور چیلوں نے ان کا کلام جمع کیا، اور اب ان کے نام سے بہت سی تصانیف چھپ گئی ہیں۔ وسکت صاحب نے ۸۲ کتابوں کی فہرست چھاپی ہے۔ اس میں نئی اور پرانی سبھی کتابیں ہیں، اور بعض کتابوں کے نام ایک سے زیادہ مرتبہ آ گئے ہیں۔ اجودھیا سنگھ جی آبادھیائے کی کبیر بچاولی میں ذیل کی ۲۱ کتابوں کی فہرست درج ہے:

सुख निधान

۱ — سکھ ندھان

गोरखनाथ की गोष्टि

۲ — گورکھ، ناتھ کی گوشتی

کبیر پانچوی	۳ —
بھلّی کی رمینی	۴ — بلخ کی رمینی
آنانند رام ساگر	۵ — آنند رام ساگر
رامانند کی گوشتی	۶ — رمانند کی گوشتی
شبداولی	۷ — شبداولی
منگل	۸ — منگل
بسنّت	۹ — بسنت
ہولی	۱۰ — ہولی
رختہ	۱۱ — ریختہ
بھولن	۱۲ — جھولن
کھرا	۱۳ — کھرا
ہڈولا	۱۴ — ہڈولا
بارہماسا	۱۵ — بارہ ماسا
چانچر	۱۶ — چانچر
چنّتیسی	۱۷ — چونتھسی
اَلِفِناما	۱۸ — الف نامہ
رمینی	۱۹ — رمینی
ساکھی	۲۰ — ساکھی
بہجک	۲۱ — بہجک

یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جو کلام سیکڑوں برس تک لوگوں کی زبان پر رہا اس میں لفظی تغیر و تبدل ضرور ہوا ہوگا۔ کہیں کہیں لکھنے والے نے بھی کچھ گھٹا بڑھا دیا ہوگا۔ لیکن کبیر صاحب کی تعلیم و تلقین کے اصول ایسے

صاف اور صریح ہیں اور اُن کا بیان بار بار اس طرح پر ہوا ہے کہ کسی پڑھنے والے کو اُن کے متعلق کچھ شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی - سکھوں کے آدمی گرنتم میں جہاں اور سنتوں کا کلام ہے وہاں کبیر صاحب کا کلام بھی ہے - بیچک کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں - بابو شہام سندو داس صاحب نے دو قلمی نسخوں کی مدد سے ”کبیر گرنتماولی“ کو ترتیب دیا ہے - الہ آباد کے بلویدیر پریس نے ”کبیر شبداولی“ کے نام سے ایک کتاب چار حصوں میں چھاپی ہے اور ایک عیسائی پادری ریورنڈ احمد شاہ نے کبیر کی بیچک کا انگریزی ترجمہ شائع کیا ہے -

کبیر صاحب کی تعلیم اور تلقین

(۱) توحید

کبیر صاحب اپنی تلقین میں دو باتوں پر بہت زور دیتے تھے ، ایک توحید ، دوسرے بھکتی - دنیا کا مالک ایک ہے ، اُس کا کوئی شریک نہیں ، اس کے سامنے دیوی دیوتاؤں کی کوئی حقیقت نہیں ، وہ اپنے بندوں سے معصیت کرتا ہے ، اُس تک پہنچنے کے لئے محض سچے پریم کی ضرورت ہے ، کسی کی وساطت اور شفاعت درکار نہیں - جب ہمہ اوست کا رنگ غالب ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ خالق مخلوق میں ہے اور مخلوق خالق میں - یہ دونوں الگ الگ نہیں ہیں - اودیا اور اکیان نے دوئی کا پردہ ڈال رکھا ہے - اگر جہالت کے بادل چھلت جائیں اور اہنکار (خودی) کی تاریکی دور ہو جائے تو چشم بیدار کو ہمہ اوست کی حقیقت صاف نظر آنے لگے - وہ کہتے ہیں کہ مایا کی نقاب ہٹا دو اور معشوق ازل کی آرائش جمال کا معائنہ کرو -

(۱) ساہب میرا एक है , दूजा कहा न जाय ,

दूजा साहब जो कहें , साहब खरा रिसाय ।

صاحب میرا ایک ہے دوجا کہا نہ جاے

دوجا صاحب جو کہوں صاحب کھرا رساے

[مہرا مالک ایک ہے - دوسرا نہیں کہہ سکتا - اگر دوسرا مالک کہوں تو مہرا مالک مجھ سے ناراض ہو جائے گا -]

(۲) جا کے منہ مٹا نہیں ، ناہیں روپ کرپ ،

پوہپ باس سے پاतरा , पेसा तत्त्व अनूप ।

جا کے منہ مٹا نہیں نا ہیں روپ کرپ

پوہپ باس سے پاतरा ایسا तत्त्व अनूप

[جس کے نہ منہ ہے نہ مٹا ہے ، نہ خوبصورت

ہے نہ بدصورت ، وہ ایک عجیب جوہر ہے پھول کی بو

سے بھی زیادہ لطیف -]

(۳) जनम मरन से रहित है , मेरा साहब सोय ,

बलिहारी उस पीउ के , जिन सिरजा सब कोय ।

جنم مرن سے رَہت ہے مہرا صاحب سوے

بلہاری اُس پیو کے جن سِرِجَا سب کوے

[جو پیدائش اور موت سے آزاد ہے وہ مہرا مالک

ہے ، اُس محبوب کے قربان جس نے سب کو پیدا کیا -]

(۴) सोई मेरा एक तू , और नहि दूजा कोय ,

जो साहब दूजा कहे , दूजा कुल का होय ।

سوئی مہرا ایک تُو اور نہیں دوجا کوے

جو صاحب دوجا کہے دوجا کل کا ہوے

[مہرا ایک تو ہے ، دوسرا کوئی نہیں ہے ، جو دوسرا

مالک کہے وہ دوفلے خاندان کا ہے -]

سرگن کی سہا کرو ، نیرگن کا کرو جنان ، (۵)

نیرگن سرگن سے پرے ، تہیں ہمارا دھیان ۔

سرگن کی سہوا کرو نرگن کا کرو کھان

نرگن سرگن سے پرے تہیں ہمارا دھیان

[صفات کی خدمت کرو اور ذات کا علم حاصل

کو ، صفات اور ذات سے جو پرے ہے ہمارا دھیان وہاں

ہے -]

تہرا ساہی تھک مےں بےسے ، جیوں پھوپھن مےں باس ، (۶)

کستوری کا مٹج جیوں ، فیر ۲ ڈنڈے داس ۔

تہرا ساہیں تجھ مےں بےسے جیوں پھوپھن مےں باس

کستوری کا مرگ جیوں پھر پھر تھونڈے گھاس

[تہرا مالک تجھ مےں اُس طرح ہے جس طرح

پھولوں مےں بو ، اور تو اُس کو اُدھر اُدھر تلاش کرتا پھرتا

ہے جس طرح ہرن اُس بات سے بے خبر ہوتا ہے کہ

نافہ اُس کے جسم مےں ہے اور اُدھر اُدھر گھاس مےں

تھونڈتا پھرتا ہے -]

جا کارن جگ ڈنڈیا ، سو تو دھڑھیا ماہی ، (۷)

پردا دییا ہریم کا ، تاتے سبھت ناہی ۔

جا کارن جگ تھونڈیا سو تو گھٹ ہی مانہ

پردہ دی آہریم کا تاتے سوچھت ناہی

[جس کو تو دنیا بھر مےں تھونڈتا پھرتا ہے وہ

تجہی میں ہے - شک کا پردہ پڑا ہے اس لئے سوچتا
[نہیں -]

(۸) ج्यों तिल मांही तेल है , ज्यों चकमक में आग ,

तेरा साईं तुझमें बसे , जाग सके तो जाग ।

جیوں تِلِ ماہیں تہل ہے جہوں چکک میں آگ

تیرا ساہیں تجہ میں بسے جاگ سکے تو جاگ

[تیرا مالک تجہ میں اس طرح ہے جس طرح تِلِ میں

تہل اور چکساق میں آگ - اگر تو جان سکے تو جان -]

(۹) ज्यों नैनन मां पूतरी , त्यों खालिक घट मांही ,

मूरख लोग न जानहीं , बाहर ढूँढन जांही ।

جیوں نہلن ماں پوتری تیوں کھالک گھٹ ماہم

مورکھ لوگ نہ جانہیں باہر ڈھونڈن جانہ

[خالق دل میں اُسی طرح ہے جس طرح آنکھ میں

پتلی ، بیوقوف جانتے نہیں ، باہر ڈھونڈتے پھرتے ہیں -]

(۱۰) तू तू करना तू भया , मुझमें रही न हूं ,

बारी तेरे नाम पर , जित देखूं तित तूं ।

توں توں کرنا توں بھیا مجہ میں رہی نہ ہوں

واری تہرے نام پر جت دیکھوں تیت توں

[تُو تُو کرتے کرتے میں تُو ہو گیا ، مجہ میں خودی

باقی نہیں رہی - تہرے نام کے قربان ، جدمہ دیکھوں تو

ہی تو ہے -]

خالیک خلیک ، خلیک مے خالیک ، (۱۱)

سب غٹ رہو سما یں ۔

کھالک کھالک ، کھالک مہیں کھالک ،

سب کھٹ رہو سسے

[خالق ھے خلق مہیں ، اور خلق ھے خالق مہیں -

سبھوں مہیں وہ سما یا ہوا ھے -]

اسی خیال کو فارسی کا شاعر یوں نظم کرتا ھے —

در حقیقت نسب عاشق و معشوق یکست

بوالفضولان صلم و برہملے ساختہ اند

ہیرت ہیرت ہیریا ، رہا کبیر ہیرا یں ، (۱۲)

بوند سما یں سمدر مے ، سو کیت ہیری جای ۔

ہیرت ہیرت ہیریا رہا کبیر ہیرا یں

بوند سمائی سمدر مہیں سو کیت ہیری جای

[اے کبیر ، تھوندتے تھوندتے تھوندھلے والا آپ کہو گیا ،

بوند سمندر مہیں سا کئی ، تو کس طرح تھوندی جای -]

غالب نے بھی کچھ ایسا ہی خیال نظم کیا ھے —

ہاں اہل طلب کون سنے طعلہ نایافت

دیکھا کہ وہ ملتا نہیں اپنے ہی کو کہو آے

کبیرا دُنیا دہرے سس نواشن جای ، (۱۳)

ہیردے ہی مائے ہری بسے ، تو تاہی لٹ لای ۔

کبیرا دنیا دیہرے سہس نواؤں جاے
ہردے ہی ماں ہر بسیں تو تاہی کو لے

[اے کبیر ، دنیا ملندروں میں سر جھکتی پھرتی ہے ،
ایشور دل میں ہے ، تو اُسی سے کو لکا :-]

جैसे बट का बीज , ताहि में पत्र फूल फल छाया , (۱۴)
काया मध्ये बूंद बिराजे , बूंदे मध्ये काया ।

جیسے بت کا بیج تاہی میں پتر پھول پھل چھایا
کیا مدھ ہوند براجے ہوندے مدھے کیا

[جیسے برگد کے بیج میں پتا پھول پھل سایہ سب
کچھ ہوتا ہے ، ہوند کے اندر جسم ہے ، اور جسم کے اندر
ہوند -]

اس میں یہ نکتہ بھی ہے کہ برگد کا درخت بہت بڑا
اور بیج بہت چھوٹا ہوتا ہے - اسی خیال کو ایک اردو
شاعر نے نظم کیا ہے —

جو تخم میں مجمل ہے مفصل ہے شجر میں

मोको काहां ढूँढा रे बंदे , मैं तो तेरे पास में , (۱۵)
ना मैं देवल , ना मैं मसजिद , ना काबे कैलास में ।

موکو کھاں تھونڈھا رے بندے میں تو تہرے پاس میں
نا میں دیول نا میں مسجد نا کعبے کھلاس میں

[اے بندے ، مجھے کہاں تھونڈتا ہے ، میں تو تہرے پاس

ہوں، نہ میں ملندر میں ہوں، نہ مسجد میں، نہ کعبہ
میں، نہ کیلاش میں -]

कर्ता है एक अगम है आप , (१५)

वाके कोई माई ना बाप ।

कर्ता को नहीं बंधु औ नारी ,

सदा अखंडित है अगम अपारी ।

कर्ता कुछ खावे ना पीवे ,

कर्ता कबहुं मरे ना जीवे ।

कर्ता के कुछ रूप न रेखा ,

कर्ता के कुछ बरन न भेषा ।

जाके जात गोत कछु नाहिँ ,

महिमा बरन न जाय मो पाहिँ ।

रूप अरूप नाहिँ तेहि नांव ,

बरन अबरन नाहिँ तेहि ठांव ।

कहें कबीर बिचारि कै जाके बरन न गांव ,

निराकार और निरगुना पूरन है सब ठांव ।

कर्ता ہے ایک اگم ہے آپ

واکے کوئی مائی نا باپ

कर्ता کو نہیں بندھو او ناری

سدا اکھنڈت ہے اگم اپاری

कर्ता कछु खावे ना पीवे

कर्ता कबहुं मरे ना जीवे

کرتا کے کچھ روپ نہ دیکھا
 کرتا کے کچھ برن نہ بیکھا
 جا کے جات گوت کچھو ناہیں
 مہما برن نہ جاے مو پاہیں
 روپ اروپ نہیں تہی نانوں
 برن ابرن نہیں تہی تھانوں
 کہیں کبہر بچار کے جا کے برن نہ گانوں
 نراکار اور نرگنا پورن ہے سب تھانوں

[کرتا یا خالق اگم ہے، اس تک پہنچنا محال ہے۔ وہ
 اتہا ہے، وہ آپ سے ہے، نہ اس کے ماں ہے نہ باپ۔ نہ
 اس کے بھائی ہے نہ بیوی۔ وہ ہمیشہ سے ہے، اس کے
 تکرے نہیں ہو سکتے۔ وہ اتہا ہے اور اس کی کوئی حد
 نہیں ہے۔ نہ وہ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے، نہ مرتا ہے، نہ جیتا
 ہے۔ نہ اس کی شکل ہے نہ صورت، نہ اس کا رنگ ہے
 نہ بھیس، نہ ذات ہے نہ گوت۔ میں اس کی تعریف
 نہیں کر سکتا۔ نہ خوبصورت ہے نہ بدصورت، نہ اس کا
 کچھ نام ہے، نہ رنگیں ہے نہ بے رنگ، نہ اس کی کوئی
 جگہ ہے۔ کبہر بچار کے کہتے ہیں کہ نہ اس کی کوئی
 ذات ہے نہ کوئی مقام، نہ اس کی شکل ہے، نہ اس کے
 صفات ہیں۔ وہ کامل ہر جگہ موجود ہے۔]

کبہر صاحب بُت پرستی اور مورتی پوجا کے سخت
 خلاف ہیں۔ اس سے زیادہ اور کوئی کہا کہے گا؟

पाहन पूजे हरि मिलैं , तो मैं पूजूं पहार , (۱۷)

ताते यह चाकी भली , पीस खाय संसार ।

پاھن پوجے ھری ملیں تو میں پوجوں پہار

تاتے یہ چاکی بھلی پیس کھائے سنسار

[اگر پتھر پوجنے سے خدا ملتا، تو میں پہاڑ کو پوجتا۔

اس سے تو یہ چکی اچھی جس سے لوگ پیس کر کھاتے

ہیں، یعنی چکی کا پتھر کسی کام تو آتا ہے، مورتی تو

کسی کام نہیں آتی۔]

دنیا بدگمانوں اور مذاق اُڑانے والوں سے خالی نہیں۔ یہ

ظالم نہ بلدہ کو چھوڑتے ہیں نہ خدا کو، نہ انسان کو نہ

پرمانہ کو۔ ستم ظریف کہتے ہیں کہ بت پرست اور موحد

میں سگن آپاسنا اور نرگن آپاسنا میں کون سا بڑا فرق ہے؟

اصلیت دونوں کی ایک ہے۔ بت پرست اپنے ہاتھ سے اپنا

خدا تراشتا ہے۔ موحد اپنے تخیل سے، اپنے دماغ سے، اپنا خدا

خلق کرتا ہے۔ ہر حالت میں اپنے معبود کا خالق انسان

ہے۔ موحد کو اختیار ہے کہ وہ اپنی انسانیت کی تشفی کے

لئے کہ لے کہ وہ بت پرست سے برتر ہے، مگر سچ پوچھئے

تو یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں اور بنیاد ان

کی انسانی کمزوری اور ضعیف الاعتقادی پر ہے۔ خیر، یہ

دوسرا قصہ ہے۔ اس کو جانے دیجئے اور نفس مطلب کی

طرف رجوع کھجئے۔

کبیر صاحب پھر اور اولیا کو بھی نہیں مانتے۔

कर्ता एक और सब बाजी , (۱۸)

ना कोई पीर मसायख काजी ।

کرتا ایک اور سب باجی

نا کوئی پیر مسائیکھ کاچی

[کرنے والا ایک ہے اور سب کھیل ہے - نہ کوئی پیر

ہے ، نہ مشائیکھ ، نہ قاضی -]

कबिरा सोई पीर है जो जाने पर पीर , (۱۹)

जो पर पीर न जानिए सो काफिर बे पीर ।

کبیرا سوئی پیر ہے جو جانے پر پیر

جو پر پیر نہ جائیے سو کافر بے پیر

[کبیر وہی پیر ہے جو دوسروں کی تکلیف کو جانے،

جو دوسروں کی تکلیف نہیں جانتا وہ کافر بے پیر ہے -]

کبیر صاحب اوتاروں کو بھی نہیں مانتے - اُن کا معبود

مکن اور زمان کی قید سے آزاد ہے - ان کا یہ عقیدہ ہے کہ

نرگن کے واسطے سرگن باعث حجاب ہے اور پرستار صفات

ادراک ذات سے محروم رہتے ہیں -

तेहि साहब के लागू साथी , (۲۰)

बुरै दुख भेट के होहु सुनाथा ।

दसरथ कुल अवतारि नहिँ आया ,

नहिँ लंका के राय सताया ।

नहिँ देवकी के गरभहिँ आया ,

نہی جسو دا گود سلیلا یا ।
 پڑھی رمن دمن نہی کر یا ،
 بیٹ پتال نہی بلی للیلا یا ।
 نہی بلی را ی سوں ماڈی راری ،
 نہی ہرنا کس وغل پھاڈی ।
 روپ براہ دھرن نہی دھریا ،
 للی ماری نیلنی ن کر یا ।
 نہی گو بر دھن کر پر دھریا ،
 نہی گو وال سنگ بن بن فیریا ।
 گڈک شالیا مام ن شولا ،
 مٹس کچھ ہ نہی جل ہولا ।
 دھار وتی مں شریر ن لھاڈا ،
 لے جگنااٹھ پیڈ نہی گاڈا ।
 کھہی کبیر پکاری کئ وا پٹھ مات بھول ،
 جے ہیا راکھ انومان کر تھول نہی اسٹھول ۔

تے ہی صاحب کے لاگو ساناہا
 دوئی دکھ میت کے ہو ہو ساناہا
 دسرتھ کل اوتری نہیں آیا
 نہیں لکا کے راے ستایا
 نہیں دیوکی کے گربہ میں آیا
 نہیں جسودا گود کھلایا
 پرتھوی دمن دمن نہیں کریا
 بیٹھ پتال نہیں بلی چھلایا

نهين بلي راے سون مانڻي راري
 نهين هرناس بگهل پڇهاري
 روپ براہ دهرن نهين دهريا
 چهتري مار نهچهتري نه کريا
 نهين گوبردهن کر پر دهريا
 نهين گوال سنگ بن بن پهريا
 گندک شالگرام نه شيلا
 متسيه کچھ هوے نهين جل هيلا
 دواروتي مهين شرير نه چهانوا
 لے جگلداتھ پلند نهين گارا
 کهي هي کبير پکارے را پلنتھ مت بهول
 جے هي راکھ انومان کري تهول نهين استهول

اس نظم مهين کبير داس جي آوتارون کے وجود سے
 صاف صاف انکار کرتے هين۔ وه مختلف آوتارون کا اور ان
 کے کارنامون کا ذکر کرتے هين۔ رامچندر جي اور لڏا کي
 فتح، کرشن جي اور گوبردهن کا اُتھانا اور گوالون کے ساتھ
 پهنا، پرسرام جي کا چهتريون کو مارنا، بامن آوتار کا راجه
 بلی سے پرتھوي دان مهين حاصل کرنا، وغيره، وغيره، اور
 آخر مهين کھتے هين کہ آوتارون کے پلنتھ کے جھگڑون مهين مت
 پڙو۔ ايشور جو هے وه تهول يعني ساکار يا شکل و صورت رکھنے
 والا نهين هے بلکہ استهول يعني نراکار هے۔ [

دस अवतार ईश्वरी माया कर्त्ता के जन पूजा , (۲۱)

کھے کبیر سونو ہو سنتو اُپجے کھپے سو دوجا ।

دس اوتار ایشوری مایا کرتا کے جن پوجا

کھے کبیر سونو ہو سنتو اُپجے کھپے سو دوجا

[دس اوتار ایشور کی مایا ہیں جن کو لوگ کرتا

سمجھ کے پوجتے ہیں - جو پیدا ہوتا ہے اور مرتا ہے وہ

کوئی دوسرا ہے - میرا ایشور نہیں ہے -]

کبیر صاحب رام کا ذکر کرتے ہیں - مثلاً

رام کا نام चौ बेद का मूल है ।

رام کا نام چو بید کا مول ہے

[رام کا نام چاروں ویدوں کی جڑ ہے -]

निरगुन राम निरगुन राम जपो रे भाई ।

نرگن رام نرگن رام جپو رے بھائی

[بھائیو، نرگن رام کو جپو -]

مگر ان کا مطلب اچودھیا کے رامچندر جی سے نہیں ہوتا،

بلکہ اُسی ذات واحد و لاشریک سے جس کو وہ 'رام'، 'رحیم'

اچھے پُرس، وغیرہ کہتے ہیں -

दसरथ सुत तिहुं लोक बखाना , (२२)

رام नाम का मरम न जाना ।

دسرتھ سوت تہوں لوک بکھانا

رام نام کا مَرَم نہ جانا

[دسرتھ کے بیٹے کا ساری دنیا میں بیان ہوتا
ہے - رام نام کے بھید کو کوئی نہیں جانتا -]

وہ سوائے اس ایک ذات کے کسی چیز کی کچھ حقیقت
نہیں سمجھتے -

نام بیانا بےکام ہے छप्पन कोट बिलास , (۱۳)

का इंद्रासन बैठ लो का बैकुंठ निवास ।

نام بنا ہے کام ہے چھپن کوٹ بلاس

کا اندراسن بیٹھ لو کا بیکونٹھ نواس

[نام کے بغیر چھپن کرور سکھ بے کار ہیں ، چاہے اندر

کے تخت پر بیٹھو چاہے بیکونٹھ میں رہو -]

लूट सके तो लूट ले सत् नाम की लूट , (۱۴)

पीछे फिर पछतावगे प्राण जायेंगे छूट ।

لوٹ سکے تو لوٹ لے ست نام کی لوٹ

پیچھے پھر پچھتاوے پران جائیں گے چھوٹ

[ست نام کی لوٹ جہاں تک بلے لوٹ لو ، ورنہ

مر جاوے تو پچھتاوے -]

दीपक जोया ज्ञान का देखा अपरम देव , (۱۵)

चार बेद की गम नहीं जहां कबिरा सेव ।

دیپک جو یا گیان کا دیکھا اپریم دیو

چار بید کی گم نہیں جہاں کبیرا سہو

[گيان کا چراغ جلا کر بهکوان کو ديکھا - جهاں کبير
 سيوا کرتا هے وهاں چاروں ويدوں کي پهونچ نهين
 هے -]

(۲) بھکتی اور پریم

بھکتی کبیر صاحب کا خاص مضمون ہے ، اور اس کے بیان سے وہ کبھی نہیں تھکتے ۔ بار بار مختلف اور متعدد طریقوں سے اس کو بیان کرتے ہیں ۔ کبھی خدا کو مالک اور اپنے تئیں بندہ کہتے ہیں ، کبھی عاشق و معشوق ، کبھی دُلہا دُلہن کا رشتہ قائم کرتے ہیں ، یہاں تک کہ اپنے تئیں رام کا گُٹّا کہتے ہیں ، اور خوش ہوتے ہیں ۔ یہی رنگ صوفیوں کا ہے ملاحظہ ہو —

”میر تقی میر نے اپنی خود نوشتہ سرانج عمری میں جس کا نام ”ذکر میر“ ہے لکھا ہے کہ ان کے والد جو ایک صوفی منس بزرگ تھے اور شب و روز یاد الہی میں مصروف رہتے تھے عالم محویت میں فرمایا کرتے تھے : —

اے پسر عشق بوز - عشق است کہ درین خانہ متصرف ست -

اگر عشق نسبی بود نظم کل صورت نہ می بست - بے عشق زندگی وبال ست - دل باخته عشق بودن کمال ست - عشق بسازد عشق بسوزد در عالم هرچه هست ظهور عشق است ، آنش سوز عشق است ، باد اضطراب عشق است - آب رفتار عشق ست - خاک قرار عشق است - موت مستی عشق است - حیات ہشیاری عشق است - شب خواب عشق است - روز بھداری عشق است - مسلم جمال عشق است - کافر جلال عشق است - صلاح قریب عشق است - گداه بُعد عشق است -

بہشت شوق عشق است - دوزخ ذوق عشق است - مقام عشق
از عبودیت و عارفیت و زاہدیت و صدیقیت و خلوصیت و
مشتاقیت و خلیفیت و حبیبیت برتر است - (”ہماری شاعری“
مصلفہ سید مسعود حسن رضوی - طبع دوم - صفحہ ۹۸ -)

[اے بیٹے ، عشق اختیار کر - اس کارخانہ میں عشق ہی
کی حکومت ہے - اگر عشق نہ ہوتا انتظام عالم صورت نہ
پکڑتا - عشق کے بغیر زندگی وبال ہے - عشق کو دل دے دینا
کمال ہے - عشق بنانا ہے ، عشق جلاتا ہے - دنیا میں جو
کچھ ہے عشق کا جلوہ ہے - آگ عشق کی گرمی ہے ، ہوا
عشق کی بے چہلی ہے ، پانی عشق کی رفتار ہے ، خاک عشق کا
قیام ہے - موت عشق کی بے ہوشی ہے ، زندگی عشق کی ہوشیاری
ہے ، رات عشق کی نیند ہے ، دن عشق کا جاگنا ہے - مسلم
عشق کا جمال ہے ، کافر عشق کا جلال ہے ، نیکی عشق
کی قربت ہے ، گداہ عشق سے دوری ہے ، بہشت عشق کا
شوق ہے ، دوزخ عشق کا ذوق ہے ، عشق کی منزل عبودیت
اور عارفیت اور زاہدیت اور صدیقیت اور خلوصیت اور مشتاقیت
اور خلیفیت اور حبیبیت سب سے بالاتر ہے -]

کبیر کی بہکتی نیشکام اور بے لوث ہے - کوئی فرض اس
میں شامل نہیں -

जब लग है बेकुंठ की आसा ,
तब लग न हरि चरन निवासा ।
جب लग ہے بیकुٹھ کی آسا
تب लग نہ ہری چرن نواسا

[جب تک بہشت کی امید ہے تب تک ہری کے قدموں کے نیچے نہیں رہ سکتے -]

اسی مضمون کو پلندت برج نرائین چکبست مرحوم نے نظم کیا ہے - کہتے ہیں —

چمن زار محبت میں اسی نے باغبانی کی
کہ جس نے اپنی محبت ہی کو محبت کا ثمر جانا

کرم کاندہ، گہان، ریاضت، یوگ، ان سب سے وہ عشق الہی کو برتر سمجھتے ہیں - بھکت ہر شخص ہو سکتا ہے، امیر ہو یا مفلس، برہمن ہو یا شودر - اس وجہ سے کبیر صاحب ذات کی تفریق کو نہیں مانتے اور اس کی مذمت کرتے ہیں، یہاں تک کہ بارگاہ ایزدی میں مسلمان ہندو کے فرق کو بھی تسلیم نہیں کرتے - دیکھئے:—

(۱) जब लग नाता जगत का , तब लग भगत न होय ,

नाता तोड़े हरी भजे , भगत कहावे सोय ।

جب لگ ناتا جکت کا تب لگ بھکت نہ ہوے

ناتا توڑے ہری بھجے بھکت کہاوے سوے

[جب تک دنیا سے تعلق ہے اُس وقت تک بھکت

نہیں ہو سکتا - جو دنیا سے قطع تعلق کرکے خدا کو یاد

کرے وہ بھکت کہلائے گا -]

(۲) कामी, क्रोधी, लालची , इन तीन भक्त न होय ,

भक्ति करे कोई सूरमा , जाति बरन कुल खोय ।

کامی کرودھی اللچی ان تہن بہکت نہ ہوے
بہکتی کرے کوئی سورما جانی برن گل کھوے

[اہل ہوس ، قصہ کرنے والا ، اللچی ، یہ تیلوں بہکت
نہیں ہو سکتے - بہکت وہ بہادر ہو سکتا ہے جو ذات ،
برن ، اور خاندان کو کھو دے -]

जल ज्यों प्यारा माछरी , लोभी प्यारा दाम , (۳)

माता प्यारा बालिका , भक्त प्यारा नाम ।

جل جیوں پیارا ماچھری لوبھی پیارا دام
ماتا پیارا بالکا بہکت پیارا نام

[مچھلی کو جس طرح پانی پیارا ہے ، اور اللچی
کو روپیہ ، جس طرح ماں کو بچہ پیارا ہے ، اُسی طرح
بہکت کو ایشپور کا نام -]

भक्ति गेंद चौगान की , भावे कोई ले जाय , (۴)

कह कबीर कुछ भेद नहीं , कहा रंक कह राय ।

بہکتی گیلد چوگان کی بھاوے کوئی لے جائے
کہ کبیر کچھ بہید نہیں کہا رنک کہ رائے

[بہکتی چوگان کے گیلد کی طرح ہے ، جو چاہے لے
جائے - اس میں امیر اور غریب میں کچھ فرق
نہیں ہے -]

अरब खरब लों दरब है , उदय अस्त लों राज , (۵)

भक्ति महात्म ता तले , यह सब कौने काज ।

ارب کھرب لوں درب ہے ، اُدے است لوں راج
 بھکتی مہاتم تاتلے یہ سب کوئے کاج
 [ارب کھرب روپیہ اور پورب سے پچھم تک کا راج ،
 بھکتی کے سامنے سب ہدیچ ہیں -]

और कर्म सब कर्म है , भक्ति कर्म निष्कर्म , (५)
 कहे कबीर पुकारि कै , भक्ति करो तजि धर्म ।
 اور کرم سب کرم ہے بھکتی کرم نش کرم
 کہے کبیر پکارے بھکتی کرو تَج دھرم
 [اور سب کرم مطلب کے ہیں ، بھکتی کا کرم ہے
 غرض ہے ، کبیر پکار کے کہتا ہے دھرم کو چھوڑ کر
 بھکتی کرو -]

यह तो घर है प्रेम का , खाला का घर नांहि , (७)
 सीस उतारे भुँई धरे , तब बैठे घर माँहि ।
 یہ تو گھر ہے پریم کا خالہ کا گھر نانہ
 سیس اتارے بھونٹیں دھرے تب بیٹھے گھر مانہ
 [یہ پریم کا گھر ہے ، خالہ جی کا گھر نہیں ہے -
 سر اُتار کر زمین پر رکھے تب اس گھر میں داخل ہو -]

कबीर भारती कलाल की , बहुतक बैठे आय , (८)
 सर सौपे सोई पिये , नहिँ तो पिया न जाय ।
 کبیر بھارتی کلال کی بہو تک بیٹھے آئے
 سر سونپے سوئی پیوے نہیں تو پیا نہ جائے

[کبیر کلوار کی ایک بھتی ہے ، بہت لوگ آکر
بھتے ، جو اپنا سر دے وہ پئے ، ورنہ نہیں پی سکتا -]

پ্রেम न बाड़ी ऊपजे , प्रेम न हाट बिकाय , (۹)

राजा प्रजा जोहि रुचे , सीस देइ लै जाय ।

پریم نہ بازی اویچے پریم نہ ہاٹ بکائے
راجہ پرچا جوہی رچے سیس دے ئی لے جائے

[پریم نہ باغ میں پیدا ہوتا ہے ، نہ بازار میں
بکتا ہے ، راجہ پرچا جو پسند کرے سر دے کر لے جائے -]

जब मैं था तब गुरु नहीं , जब गुरु है तब हम नाहि , (1۰)

प्रेम गली इत सांकरी , ता में दो न समाहि ।

جب میں تھا تب گورو نہیں جب گورو ہے ہم ناہم
پریم گلی ات سانکری تا میں دو نہ سمانہم

[جب میں تھا تب گورو نہ تھا ، جب گورو ہے تو
میں نہیں ہوں - یعنی جب تک مجھ میں خودی
نہی اس وقت تک گورو کا پریم حاصل نہیں ہوا تھا ،
جب گورو کا پریم حاصل ہوا تو خودی جاتی رہی -
پریم کی گلی اتنی تنگ ہے کہ اس میں دو نہیں
سما سکتے -]

जो घट प्रेम न संचरे , सो घट जान मसान , (11)

जैसे खाल लोहार की , सांस लेत बिन प्रान ।

جو گھٹ پریم نہ سلچرے سو گھٹ جان مسان

جیسے کھال لہار کی سانس لہت بن پران

[جس دل میں پریم نہیں اُٹھتا وہ دل مرگھٹ کی

طرح ہے ، جیسے لوہار کی دھونکلی بغیر جان کے سانس

لہتی ہے -]

पिया चाहे प्रेमरस , राखा चाहे मान , (۱۲)

एक मियान में दो खड़ग , देखा सुना न कान ।

پہا چاہے پریم رس رکھا چاہے مان

ایک میان میں دو کھڑگ دیکھا سنا نہ کان

[تو پریم کا رس پہنا چاہتا ہے اور خونی کو قائم

رکھنا چاہتا ہے ، ایک میان میں دو تلواریں نہ دیکھیں

نہ کان سے سلیں -]

कबीर प्याला प्रेम का , अंतर लिया लगाय , (۱۳)

रोम रोम में रम रहा , और अमल क्या खाय ।

کبیر پیالہ پریم کا انتر لیا لگای

روم روم میں رم رہا اور امل کیا کھای

[کبیر نے پریم کا پیالہ پی لیا ، اس کے ہر موے میں

میں وہ بس گیا ہے ، اور نشہ وہ کیا کھائے ؟]

राता माता नाम का , पिया प्रेम अघाय , (۱۴)

मतवाला दीवार का , मांगे मुक्ति बढाय ।

رانا مانا نام کا پیا پریم اکھاے
متوالا دیدار کا مانکے مکت بلاے

[نام میں معنو ہے ، نام میں مست ہے ، پریم کا پھالہ
ہر ہوکر پی لیا ہے ۔ وہ دیدار کا متوالا ہے ، اس کی بلا
مکتی مانکے ، یعنی عاشقان الہی مکتی یا نجات سے
بھی بے نیاز ہیں ۔]

(۱۵) हरि से तू जिन हित कर , कर हरि जन से हित ,
माल मुलुक हरि दैत हैं , हरि जन हरहि दैत ।

ہری سے تو جن ہیت کر کر ہری جن سے ہیت
مال ملک ہری دیت ہیں ہری جن ہر ہیں دیت

[تو اللہ سے محبت مت کر ، بلکہ اللہ والوں
سے محبت کر ۔ اللہ مال ملک دیتا ہے اور اللہ والوں
سے اللہ ملتا ہے ۔]

(۱۶) प्रीतम को पनियां लिखूं , जो कहूं होय बिदेस ,
तन में मन में नैन में , ताको कहां संदेस ।

پریتم کو پتیاں لکھوں جو کہوں ہوے بدیس
تن میں من میں نین میں تاکو کہاں سندیس

[اگر محبوب پر دیس میں ہو تو اس کو خط لکھوں ،
وہ تو میرے بدن میں ، من میں ، آنکھوں میں سمایا ہوا
ہے ، اس کو سندیس کیا بھیجوں ؟]

(۱۷) अग्नि आंच सहना सुगम , सुगम खड़ग की धार ,

नेह निभावन एक रस , महा कठिन व्योपार ।

اڳن آنچ سہنا سگم سگم کھوگ کی دھار
نہ نہاواں ایک دس مہا کٹھن بیویار

[آگ کی آنچ سہنا اور تلوار کی دھار ' یہ سہل
ہے - معصبت کو یکساں نہاہ دینا یہ بڑا سخت کام ہے -]

सुमरन सुगत लगाय कै , मुख से कुछ न बोल , (۱۸)

बाहर के पट देख कै , अंतर के पट खोल ।

سمرن سرت لگای کے مکھ سے کچھ نہ بول
باہر کے پٹ دے لی کے اندر کے پٹ کھول

[اس کی یاد کر ، اس کا دھیان کر ، مگر منہ سے
کچھ نہ بول - باہر کے دروازے بند کر کے اندر کے دروازے
کھول دے -]

सबहिं तरु तर जाय कै , सब फल लीन्हूं चीख , (۱۹)

फिर फिर मांगत कबीर है , दरसन ही की भोख ।

سب ہی تر تر جاے کے سب پھل لینھو چیخ
پھر پھر مانگت کبیر ہے درسن ہی کی بھوک

[سب پھروں کے نیچے جا کر سب کے پھل چکے
لئے - کبیر تو بار بار درشن ہی کی بھوک مانگتا ہے -]

कबीर कुत्ता राम का , मोतिया मेरा नांव , (۲۰)

गले राम की जीबड़ी , जित खींचें तित जांव ।

کبیر کوتا رام کا مٹیا میرا نانوں

گلے رام کی جھوڑی جت کھینچیں تہ جاوں

[کبیر رام کا کتا ہے ، میرا نام موتی ہے ، گلے میں

رام کی دسی پڑی ہے ، جہاں کھینچتے ہیں وہاں جانا

ہوں -]

سنا ہے کہ مہرزا غالب نے لڑکیں میں کلکوں کے لئے یہ

شعر کہا تھا —

دشتِ در گردنم افگندہ دوست

می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

میرا سبکدوشی نہیں ، جو کچھ ہے سو تیرا ، (۲۱)

تیرا سبکدوشی نہیں ، کیا لگتا ہے میرا ۔

میرا سبکدوشی نہیں جو کچھ ہے سو تیرا

تیرا سبکدوشی نہیں کیا لگتا ہے میرا

[میرے پاس کوئی شے میری نہیں ، جو کچھ ہے تیرا

ہے - تیری چیز سبکدوشی میرا کیا لگتا ہے ؟]

تو تو سمرتھ ساریاں ، دھڑ کر پکڑو باہ ، (۲۲)

دھڑ پکڑو پکڑو ، جانی لگتی ہے مگر مانہ ۔

تم تو سمرتھ سائیاں درڑھ کری پکڑو بانہ

دھڑ ہی پکڑو پکڑو جانی لگتی ہے مگر مانہ

[اے مالک ، تم قوی ہو ، میری بانہ مضبوط پکڑو -

دھڑ تک پکڑو پکڑو ، راستہ میں نہ چھوڑ دینا -]

(۲۳) पतिव्रता पति को भजे , और न आन सहाय ,

सिंह बचा जौ लंघना , तौभी घास न खाय ।

پتی-برتا پت کو بھجے اور نہ آن سہاے
سنگھ بچہ جو لدکھنا تو بھی گھاس نہ کھائے

[وفادار عورت اپنے خاوند کو یاد کرتی ہے ، اسے اور
کوئی اچھا نہیں لگتا - شیر کا بچہ اگر فائدہ بھی کرنا ہے
تو گھاس نہیں کھاتا -]

(۲۴) भुक्ति मुक्ति माँगों नहीं , भक्ति दान दे मोहि ,

और कोई याचूं नहीं , निसिदिन याचूं तौहि ।

بُھکتی مُکتی مانگو نہیں بھکتی دان دے مونہ
اور کوئی یاچوں نہیں نس دن یاچوں توہ

[دنیا کا آرام نہیں مانگتا ، مُکتی نہیں مانگتا ،
مجھے بھکتی دے ، اور کچھ نہیں مانگتا ، رات دن تجھی
کو مانگتا ہوں -]

(۲۵) द्वार धनी के पड़ि रहै , धका धनी का खाय ,

कबहुं धनी निवाजहि , जो दर छाड़ि न जाय ।

دوار دھلی کے پڑ رہے دھکا دھلی کا کھائے
کب ہوں دھلی نواجمیں جو در چھاڑ نہ جائے

[امیر کے دروازے پر پڑا رہے ، امیر کے دھکے کھائے ،
اگر دروازہ چھوڑ کر نہیں جائے گا تو کب تک امیر توجہ
نہیں کرے گا -]

हरि जननी , मैं बालक तेरा , (१५)

कस नहीं बकसो औगुन मेरा ।

هری جنلی میں بالک تیرا

کس نہیں بکسو اوگن میرا

[خدا میری مان ہے ، اور میں اس کا بچہ ہوں -

میرے تصور کیسے نہیں معاف کرے گا ؟]

दुलहिन गाओ मंगल चार , (१६)

हमरे घर आये राम भतार ।

دلہن گاؤ منگل چار

ہمارے گھر آئے رام بھتار

[اے دلہن ، مبارکباد گاؤ ، ہمارے گھر رام ایسے

دولہا آئے -]

کبھی کبھی اپنی محبت کی استواری پر نازاں ہوکر

شوخی اور بے باکی سے گفتگو کرتے ہیں -

अब तोहै जान न दीहूं राम प्यारे , (१७)

ज्यों भावे त्यों होहु हमारे ।

اب توہ جان نہ دیہوں رام پیارے

جیوں بہاؤے تہوں ہوہو ہمارے

[رام پیارے ، تم کو اب جانے نہ دونگا ، جس طرح

چاہو تم ہمارے ہوکر رہو -]

ایک ایسا ہی دواہا سور داس جی کا مشہور ہے - روایت یہ ہے کہ چونکہ اندھے تھے جو کچھ کہتے تھے ایک متحرر لکھ لیتا تھا - ایک روز متحرر نہ تھا کرشن جی اس کی جگہ خود آ گئے ، اور سور داس جی کا کلام لکھ لے گئے - سور داس جی نے متحسوس کیا کہ متحرر اس کے قبل کہ الفاظ منہ سے نکلیں ان کو لکھ لیتا ہے ، اور اس کے پہلے کہ وہ اپنے خیالات کو ظاہر کریں وہ خیالات لکھتے پر درج ہو جاتے ہیں ، وہ سمجھ گئے کہ یہ میرا متحرر نہیں ہے بلکہ کرشن جی خود ہیں ، اور انہوں نے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا ، مگر کرشن جی اپنا ہاتھ چھڑا کر فائب ہو گئے - تب سور داس جی نے کہا —

कर फिटकाये जात हो , दुर्बल जानि कै मोहि ,
हिरदै से जब जाओगे , मर्द बखानूं तोहि ।

کر چھٹکے جات ہو دربل جان کے مونہ
ہردے سے جب جاؤ گے مرد بکھانوں توہ

[مجھ کو کمزور جان کے ہاتھ چھٹک کر چلے جاتے ہو ، میں تم کو جب مرد جانوں کہ میرے دل سے چلے جاؤ -]

اس کو پریم تہتائی کہتے ہیں -

جیسا کہ میں کہ چکا ہوں ، بھکتی کے راستے میں سب برابر ہیں ، برہمن اور شودر میں کچھ فرق نہیں ہے -

بلدۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کم درین راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اس کی مثالیں بھی دیکھئے —

एक बूंद , एक मल मूत्र , एक चाम का गूदा , (१९)
एक जोति हि सब उपजा , कौन बहमन कौन सूदा ।

ایک بوند ایک مل موتر ایک چام کا گودا
ایک جوتی ہیں سب اُپجا کون بہمن کون سودا

[ایک قطرہ ، ایک پاخانہ ، ایک پیشاب ، ایک چمڑے
کا گودا ، ایک نور سے سب پیدا ہوئے ہیں - کون برہمن
ہے ، کون شودر ؟]

जाति न पूछो साधु की , पूछि लीजै ज्ञान , (२०)
मोल करो तरवार का , पड़ा रहन दो म्यान ।

جانی نہ پوچھو سادھ کی پوچھی لیجے گیان
مول کرو تروار کا پڑا رہن دو میان

[سادھو کی ذات نہ پوچھو ، اس کا گیان دریافت
کر لو - تلوار کے دام چکاڑ ، میان کو پڑا دھلے دو -]

(۳) مذہب کی نمائش

کبیر صاحب چونکہ صاحب دل تھے صفائے باطن کی قدر جانتے تھے اور سچے پریم کو برتتے تھے۔ اس واسطے مذہب کی نمائش اور ظاہری رسم و رواج سب ان کی نظر میں ہیچ تھے۔ ان کا اصول ہے بھکتی اور عشق الہی۔ اگر دل صاف ہوگا اور ایشور کی بھکتی دل میں ہوگی تو افعال آپ سے آپ درست ہو جائیں گے۔ اگر دل صاف نہیں ہے اور اس میں متکبریت کا جذبہ نہیں ہے تو مذہب کا ظاہری تہات فضول ہے، بلکہ دیا ہے، اور اس واسطے گناہ۔ وہ وید اور کتاب (قرآن)، پلذت اور قاضی کا مذاق اڑاتے ہیں اور دیا کاری اور جھوٹی نمائش کے خطرہ سے لوگوں کو متنبہ کرتے ہیں۔

مالا فیرت یوگ ہیا ، فیرا ن من کا فیر ، (۱)

کر کا منکا ڈار دے ، من کا منکا فیر ۔

مالا پھرت جگ بھیا پھرا نہ من کا پھیر

کر کا منکا ڈار دے من کا منکا پھیر

[مالا پھرتے جگ بیت گئے ، من کا پھیر دور نہ

ہوا ۔ ہاتھ کا دانہ چھوڑ دے ، من کا دانہ پھیر ۔]

مالا تو کر مے فیرے ، جیہ فیرے منکا مناہی ، (۲)

منکا دھن دس فیرے ، یھ تو منکا مناہی ۔

ملا تو کر میں پھرے جیبہ پھرے مکھ مانہ
ملوا تو دھوں دس پھرے یہ تو سُن نانہ

[مالا ہاتھ میں پھرتی ہے ، زبان مٹھ میں پھرتی
ہے ، من دس طرف بھٹکا ہوا ہے ، اس کو یاد الہی نہیں
کہتے -]

ہم تو یوگی منہ کے ، تن کے ہیں تے اور ، (۳)
من کا یوگ لگاوتے ، دسا بھ کُلا اور ۔
ہم تو جوگی من ہی کے تن کے ہیں تے اور
من کا جوگ لگاوتے دسا بھئی کچھ اور

[ہم تو من کے جوگی ہیں ، تن کے جوگی اور ہوتے
ہیں - من کا جوگ کرتے ہمارے تو اور ہی حالت
ہو گئی -]

پد پد کے پتھر بھے ، لیل لیل بھے | جو ہٹ ، (۴)
کبیرا اंतर پرم کی ، لاگی نیک ن خنٹ ۔
پرم پرم کے پتھر بھے لکھ لکھ جو اینٹ
کبیرا اंतर پرم کی لاگی نیک نہ چھینٹ

[پرم پرم کے پتھر ہوئے اور لکھ لکھ کے اینٹ ہوئے ،
پرم کی ذرا سی چھینٹ بھی نہیں پڑی -]

نام بھو من بس کرو ، یہی بات ہے تانت ، (۵)
کاہے کو پد پتھر مری ، کوہن جنان گری ۔

نام بھجیو من بس کرو یہی بات ہے تلت
کالے کو پڑم پچ مرد کوئن گہان گرتتم

[نام بھجیو اور من کو بس میں کرو ، یہی بات اصلی
ہے - کروڑوں گہان کی کتابیں پڑم کر کہیں مرے جاتے ہو ؟]

पंडित और मशालची , दोनों सूफे नांहि , (۶)
औरन को कर चांदना , आप अंधेरे मांहि ।

پلڈت اور مشالچی دونوں سوچے نانہ
آورن کو کر چاندنا آپ اندھیرے مانہ

[پلڈت اور مشعلچی دونوں کو نہیں سوچھتا ،
اوروں کو روشنی دکھاتے ہیں ، آپ اندھیرے میں دھتے ہیں -]

साईं से सांचा रहो , साईं सांच सहाय , (۷)
भावें लंबे केस रख , भावें घोट मुंडाय ।

سائیں سے سانچا رھو سائیں سانچ سہاے
بھاریں لمبے کہس رکھ بھاریں گھوت منڈاے

[مالک سے سچے رھو - سچ مالک کو پسند ہے ، چاہے
لمبے بال رکھو چاہے سر منڈاؤ -]

आचारी सब जग मिला , बिचारी न कोय , (۸)
कोटि अचारी बेरिए एक बिचारी जो होय ।

اچاری سب جگ ملا بچاری نہ کوے
کوٹ اچاری بیرئے ایک بچاری جو ہوے

آچار = مذہب کی ظاہری نمائش - بچاری = سمجھنے والا اور جاننے والا -

[ظاہر دار تو ساری دنیا ہے ، بچاری کوئی نہیں
ہے - اگر ایک بچاری ملے تو اس پر ایک کروڑ ظاہر دار
قربان کر دیجئے -]

فूटी आंख विवेक की , लखे न संत असंत , (१)
जाके संग दस बीस हैं , ता का नाम महंत ।
بھوٹی آنکھ وویک کی لکھے نہ سنت اسنت
جاکے سنگ دس بیس ہیں تا کا نام مہنت

[سنجہ کی آنکھ بھوت گئی ، سنت اور اسنت
نہیں دکھائی دیتے - جس کے ساتھ دس بیس ہیں اس
کا نام مہنت ہے -]

کبیر صاحب ہندو اور مسلمان دونوں کو پھٹکارتے ہیں اور
روزہ ، نماز ، حج ، شراہم ، ایکادشی ، تیوتھ ، یاترا ، کرم کاند ، کی
انہوں نے جی کھول کر مذمت کی ہے -

मथुरा भावें , द्वारका भावें जायें जगन्नाथ , (1+)
साधु संगत हरि भजन बिन , कछु न आवे हाथ ।

متھرا بھاویں دوارکا بھاویں جائیں جکن ناتھ
سادھ سنگت ہر بھجن بن کچھو نہ آوے ہاتھ

[چاہے متھرا جاویں ، چاہے دوارکا جاویں ، چاہے جکن
ناتھ جاویں ، سادھو کی سنگت اور ایشور کے بھجن کے
بغیر کچھ ہاتھ نہیں آتا -]

पूजा सेवा नेम ब्रत , गुड़िया का सा खेल , (11)

پوجا سیوا نیم برت گزین کا سا کھیل

[پوجا، سیوا، نیم، برت، یہ سب گزریوں کا کھیل ہے۔]

نہا یں دھو یں کیا بھیا، جو من مہل نہ جا یں، (۱۲)

مین سدا جل مین رہے، دھو یں باس نہ جا یں۔

نہائے دھوئے کیا بھیا جو من مہل نہ جاے

مین سدا جل مین رہے دھوئے باس نہ جاے

[نہانے دھونے سے کیا ہوتا ہے اگر من کا مہل نہ

دور ہو؟ منجھلی ہمیشہ پانی مین دھتی ہے مگر پانی سے

دھونے سے بھی اس کی بو نہیں جاتی۔]

نا مین بکری، نا مین بھڑی، نا مین خوری گنڈاس مین، (۱۳)

نا مین خال مین، نا مین پھل مین، نا مین نا مین مین،

نا مین دھول، نا مین مسجید، نا مین کھال مین،

نا مین کھال مین، نا مین کھال مین، نا مین کھال مین،

خو جی ہو یں تو توتے مین ہوں پل بھر کی تالاس مین۔

نا مین بکری نا مین بھڑی نا مین خوری گنڈاس مین

نا مین کھال مین نا مین کھال مین نا مین کھال مین

نا مین دیول نا مین مسجید نا مین کھال مین

نا تو کونو کریا کرم مین نا مین جوگ بیدراگ مین

کھوجی ہوے تو توتے مین ہوں پل بھر کی تالاس مین

[نہ مین بکری مین ہوں، نہ مین بھڑی مین، نہ مین خوری

مین، نہ مین کھال مین، نہ مین کھال مین، نہ مین کھال مین، نہ مین

میں ، نہ ہتھی میں ، نہ گوشت میں - نہ میں ملندہ میں
ہوں ، نہ مسجد میں ، نہ کعبے میں ، نہ کیلاس میں - نہ
کسی کریا کرم میں ہوں ، نہ جوگ بیراگ میں ہوں - اگر میرا
دھونڈنے والا ہو تو پل بھر کی تلاش میں مل جاتا ہوں -]

सबहि मदमाते कोई न जाग , (१२)

संगहि चोर घर मूसन लाग ,
योगी मदमाते योग ध्यान ,
पंडित मद माते पढ़ि पुरान ,
तपसी मदमाते तप के भाव ,
संन्यासी मदमाते कर हमएव ,
मौळाना मदमाते पढ़ि मुसाफ ,
काजी मदमाते किये इनसाफ ।

سب ہی مدماتے کوئی نہ جاگ
سنگ ہی چور گھر موسن لاگ
یوگی مدماتے یوگ دھیان
پلندت مدماتے پرہم پوران
تپسی مدماتے تپ کے بہاو
سنیاسی مدماتے کر ہمنو
مولانا مدماتے پرہم مصاف
کاجی مدماتے کئے انصاف

[سب مست ہیں ، کوئی ہوشیار نہیں ، گھر کو چور
موس دھے ہیں - یوگی اپنے دھیان میں مست ہیں ، پلندت

پران پڑھ کے مست ہیں - تپسی تپ کے بھاڑ میں ' اور
 سلیاسی اپنی خودی میں مست ہیں ' مولانا قرآن پڑھ کر
 اور قاضی انصاف کر کے مست ہیں -]

(۱۵) ، بد پوراں کوران کتہبا نانا ہانت بکھانی ،

ہندو تھک جین اہر جوجی اہکل کاہن جانی ۔

بہد پُراں قرآن کتہبا نانا بہانت بکھانی

ہندو ترک جہن اور جوجی اہکل کاہن نہ جانی

[وید ، پران ، قرآن ، یہ سب کتابیں مختلف طرح

پڑھی جاتی ہیں - ہندو ، مسلمان ، جہن اور جوجی ، کسی

نے ایک ایشور کو نہ جانا -]

(۱۶) ، سیدد سےخ کتاب نیرخے ، پندیت شاخو بیکارے ،

ستگور کے وپدیش بیکارے ، توم جانکے جیوہی مارے ۔

سیدد شینخ کتاب نیرکھے پندیت شاستر بیکارے

ست گورو کے اُپدیش بنا تم جان کے جیوہی مارے

[سیدد شینخ کتاب پڑھتے ہیں ، پندیت شاستر بیکارے

ہیں ، ست گورو کی اُپدیش کے بغیر تم جان بوجھ کے

جان مارتے ہو -]

(۴) تذاسخ (آواگون)

آواگون ہندوستانی مذاہب کا مرکزی اصول ہے ، اور
کبیر صاحب اس کو پوری طرح قبول کرتے ہیں۔ بار بار
بہدا ہونا اور مرنا ہر فنی روح کے واسطے لازمی ہے جب تک
میں اُس کو اِس آمد و رفت سے نجات نہ ملے اور وہ ایشور
کے پریم میں مگن ہو کر ایشور کی دیا سے اس سیاست سے
آزاد نہ ہو جائے۔

पंडित सो धन कहो समुझाई , (۱)

जाते आवा गंवन नसाई ।

پلڈت سو دھن کہو سمجھائی
جاتے آواگون نساہی

[اے پلڈت ، اچھی طرح غور کر کے ہم کو سمجھا کے
وہ بات بتاؤ ، جس سے آواگون مت جائے۔]

कह कबीर चित चेत कै आवा गंवन निबार । (۲)

کہ کبیر چت چیت کے آواگون نوار

[اے کبیر ، دل کو ہوشیار کر کے آواگون سے آزاد ہونے
کا حال کہو۔]

ज्यों जल छाड़ि बाहर भयो मीना , (۳)

पूरब जनमहुं तप का हीना ।

جہوں جل چہار باہر بھہو مہنا

پورب جنم ہوں تپ کا ہیدا

[مچھلی کی طرح پانی کو چھوڑ کر باہر نکل آیا

ہوں - پچھلے جنم میں مہرے تپ میں کچھ کسی تھی -]

بنارس چھوڑنے کی طرف اشارہ ہے -

जनम अनेक गया और आया । (۴)

جنم انیک گیا اور آیا

[کئی ایک جنم آئے اور گئے -]

देखो कर्म कबीर का , कुछ पूरब जनम का लेखा । (۵)

دیکھو کرم کبیر کا کچھ پورب جنم کا لیکھا

[دیکھو کبیر کا کرم پچھلے جنم کا لیکھا ہے -]

(۵) ہندو مسلمانوں کا میل

میں چوتھے باب میں کہ چکا ہوں کہ نہ صرف کبیر صاحب بلکہ ازمنہ وسطیٰ کے سب ممتاز مصلحان مذہب ہندو نے اسلام کے اثر کو قبول کیا تھا۔ کبیر صاحب کا تو صاف منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ہندو اور مسلمان خدا کی نگاہ میں ایک ہیں اُسی طرح دنیا کے بیوہار میں بھی ایک ہو جائیں۔ ان کے عقیدہ کے موافق ہندو مسلمانوں کا خدا ایک ہے ، اور دونوں اپنے اپنے طریقہ پر اسے پوجتے ہیں۔ اہل دل ظاہری رسم و رواج کی پروا نہیں کرتے۔ اگر دل صاف ہے اور معبود حقیقی کا عشق دل میں ہے تو ہندو مسلمان دونوں کو یکساں نجات مل سکتی ہے۔

(۱) कहै कबीर एक राम जपोरे , हिंदु तुरुक न कोई ।

کہے کبیر اک رام جپو رے ہندو ترک نہ کوئی

[کبیر کہتا ہے ایک رام کو جپو ، نہ کوئی ہندو

ہے نہ مسلمان -]

पेटहिं काहू न वेद पढ़ाया , (۲)

सुन्नत कराये तुरुक नहि आया ।

پیٹ نہیں کھو نہ وید پڑھایا

سنت کراے ترک نہیں آیا

[پیٹ میں کسی کو وید نہیں پڑھایا گیا - مسلمان
سنت کرایا ہوا پیٹ سے نہیں پیدا ہوتا - مطلب یہ کہ
مذہبوں کے جھگڑے دنیاوی ہیں -]

دوئی جگدیش کہاں تے آئے کہو کون بہرمایا
اللہ رام کریم کیشو ہری حضرت نام دھرایا
گہنا ایک کنک تے گہنا ، تا میں بہاؤ نہ دوجا
کہن سدن کو دوئی کر تھاتے ایک نواج ایک پوجا
وہی مہادیو وہی محمد برہما آدم کہئے
کوئی ہندو کوئی ترک کہاوے ایک جسی پر دھئے
وید کتاب پڑھے وے گتبا وے مولانا وے پاندے
بگت بگت کے نام دھرایو اک ماتئی کے بھاندے
کہ کبیر تے دونوں بھولیں رام ہی کنھوں نہ پایا
وے کھسیا وے گئے کتاویں وادے جلم گنویا

[دنیا کے دو مالک کہاں سے آئے، کہو کس نے دھوکا دیا؟ اللہ، رام، کریم، کیشو، ہری، حضرت، مختلف نام رکھے۔ گھنا ایک ہی سونے سے بنتا ہے اس میں شبہ نہیں۔ کہنے سننے کے لئے دو باتیں قائم کیں، ایک نماز ایک پوجا۔ وہی مہادیو ہے، وہی متھمد، اسی کو برہما، اسی کو آدم کہتے ہیں۔ ایک زمیں پر رہتے ہیں، کوئی مسلمان، کوئی ہندو کہلاتا ہے۔ کوئی وید پڑھتا، کوئی کتاب (قرآن) اور خطبہ، کوئی مولانا ہے، کوئی پاندے۔ طرح طرح کے نام رکھوائے ہیں، مگر ہیں ایک ہی مٹی کے برتن۔ کبیر کہتا ہے کہ دونوں بھولے ہیں، رام کو کسی نے نہیں پایا ہے، ایک بکرا کتا نا ہے ایک گائے، اور جنم بے فائدہ گنواتے ہیں۔]

یہاں تک میں نے کبیر صاحب کی تلقین کے خاص خاص اصول بیان کر کے اُن کے متعدد اقوال ہر اصول کی مثال میں پیش کئے۔ مگر ان کے علاوہ کبیر صاحب کے ہزاروں مقولے اور بچن زبان زد خلائق ہیں۔ یہ اقوال دھرم اور اخلاق کے دارالضرب شاہی کے سکے ہیں، اور روزمرہ کی بات چیت میں۔ مذہبی اور اخلاقی مباحث میں یہاں تک کہ پولیٹیکل گفتگو میں قول فیصل کی حیثیت سے پیش کئے جاتے ہیں، اور سب ان کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ میں ایسے چند اقوال نقل کر کے اس باب کو ختم کرتا ہوں۔

(۶) متفرق

(۱) سُخیا سب سَنسار کھاوے اُور سووے ،

دُخیا داس کبیر جاگے اُور رووے ۔

سُکھیا سب سَنسار کھاوے اُور سووے

دُکھیا داس کبیر جاگے اُور رووے

[دُنیا کے لوگ اُصلیت کو تو سنبھلتے نہیں ، فریب

کھا رہے ہیں اُور اپنی حالت میں خوش ہیں - کبیر

جس نے اُصلیت کو سنبھلا ہے اُور جانتا ہے کہ دُنیا کی

حالت کیسی افسوس ناک ہے یہ سمجھ کر رو رہا ہے -]

(۲) سُت نام کڈوا لگے ، مِیٹا لگے داس ،

دُبڈھا مے دوئو گئے ، مایا میلی نہ رام ۔

سُت نام کڈوا لگے مِیٹھا لگے داس

دُبڈھا مے دوئو گئے مایا میلی نہ رام

[سُت نام کڈوا لگتا ہے ، دولت مِیٹھی لگتی ہے -

شک و شبہ مے دوئو گئے ، مایا میلی نہ رام -]

(۳) کبیرا رَسری پاؤں مے ، کھ سووے سُخ چن ،

ساَنس نکارا کُچ کا ، باجَت ہے دِن رن ۔

کبیرا رَسری پاؤں مے کہ سووے سُکھ چن

ساَنس نکارا کُچ کا باجَت ہے دِن رن

[دسي پاؤں ميں پڑي هے ' کبير چين سے کس
طرح سووے ؟ سانس جو آتي جاتي هے وه گویا کوچ کا
نقارہ هے کم دن رت بجا کرنا هے -]

مالی आवत देखिकै , कलियां करत पुकार , (۴)
फूली फूली चुन लिये काल्हि हमारी बार ।
माली आत देखिके के कलियां करत पकार
पहोली पहोली चुन लूँ काल्ह हमारी बार
[माली को आता देखिके, कर कलियां गल मचान्ति हैं ,
पहोली पहोली तो अज चुन लूं कल हमारी बारी हے -]

चलती चक्की देखिकै दिया कबिरा रोय , (۵)
दुइ पट भीतर आइकै साबित बचा न कोय ।
चलति चक्की देखिके के दिया कबिरा रोये
दुई पट भीतर आइके साबित बचा न कोये
[चली चकी देखिके के कबिरा रो दिया , دو پاٹوں (یعنی
آسان و زمین) کے بیچ میں آ کے کوئی ثابت نہیں
بچا -]

जो तोको कांटा बोवे , ताहि बोय तू फूल , (۶)
तौहि फूल के फूल हैं , वाको हैं तिरसूल ।
جو توکو کانٹا بووے تاہی بوے تو پھول
توں ہی پھول کے پھول ہیں واکو ہیں ترسول

[جو تھرے لئے کانتے ہوئے اُس کے لئے تو پھول بو ،
 تجھے تو پھول کے پھول دھینگے اور اُس کے کانتے اُسے
 ترسول ہو جاویں گے ، یعنی باعث اذیت ہوں گے -]

مانگے مرن سمان ہے ، मत कोई मांगो भीख , (۷)

مانگن سے مرننا भला , यह सत् गुरु की सीख ।

مانگے مرن سمان ہے मत کوئی भीख
 مانگن سے مرننا भला یہ ست گورو کی سیکھ

[مانگنا مرنے کے برابر ہے ، کوئی بھیک امت مانگو -
 مانگنے سے مرننا भला ، یہ ست گورو کی نصیحت ہے -]

कबिरा माता नाम का , मद मतवाला नांहि , (۸)

नाम प्याला जो पिये , सो मतवाला नांहि ।

کبرا مانا نام کا مد متوالا نانہ
 نام پیالا جو پیئے سو متوالا نانہ

[کبیر نام سے مست ہے ، شراب کا متوالا نہیں ، جو
 نام کا پیالا پیتا ہے اُسے متوالا نہیں کہتے -]

बुरा जो देखन मैं चला , बुरा न मिळिया कोय , (۹)

जो दिल खोजूं अपना , मुझसे बुरा न कोय ।

برا جو دیکھن میں چلا برا نہ ملیا کوے
 جو دل کھوجوں اپنا مجھ سے برا نہ کوے

[میں بُرا تھونڈنے چلا ، کوئی برا نہ ملا اپنا دل جو دیکھا

تو مجھ سے برا کوئی نہیں -]

सांच बराबर तप नहीं , भूठ बराबर पाप , (१०)

जाके हिरदै सांच है , ता हिरदै गुरु आप ।

سانچ برابر تب نہیں جھوت برابر پاپ

جا کے ہر دے سانچ ہے تا ہر دے گرو آپ

[سچ کے برابر تب نہیں ، جھوت کے برابر پاپ]

نہیں ، جس کے دل میں سچ ہے ، اس کے دل میں گرو

خود موجود ہے ۔]

लंबा मारग दूर घर , बिकट पंथ बहु भार ,

कह कबीर कस पाइये , दुर्लभ गुरु दीदार ।

(۱۱) لمبا مارگ دور گھر بکت پنتھ بہو بہار

کہ کبیر کس پائے دُربہ گورو دیدار

[لمبی سڑک ہے گھر دور ہے ، راستہ کٹھن ہے ، اور

بوجھ بہت ہے ۔ کبیر ، کہو کس طرح پاؤ گے ؟ گرو کا دیدار

بہت مشکل ہے ۔]

मन के हारे हार है , मन के जीते जीत , (१२)

कहै कबीर पिउ पाइये , मनहीं के परतीत ।

من کے ہارے ہار ہے من کے جیتے جیت

کہے کبیر پیو پائے من ہی کے پرتیت

[من کے ہارے ہار ہے ، اور من کے جیتنے سے جیت

ہے ۔ کبیر کہتا ہے کہ محبوب کو من ہی کے اعتبار سے

پا سکتے ہو ۔]

बाढ़ी आवत देखिकै , तरवर डोळन लाग , (۱۳)

हम कटे की कुछ नहीं , पंखेरू घर भाग ।

بازہی آوت دیکھ کے تری ور قولن لاگ

ہم کتے کی کچھ نہیں پلنکھیرو گھر بھاگ

[بڑھئی کو آتا دیکھ کر پیڑ ھلنے لگے ، ہم کتے تو

کچھ پروا نہیں ، چڑیا تو بھاگ جا -] بڑھئی سے

مراد موت ، پیڑ انسان کا بدن اور پلنکھیرو سے مطلب روح

سے ہے -

मर जाऊं मांगूं नहीं , अपने तन के काज , (۱۴)

परमारथ के कारने , मोहि न आवे लाज ।

مر جاؤں مانگوں نہیں اپنے تن کے کاج

پرمارتھ کے کارنے موں ہی نہ آوے لاج

[مر جاؤں تو اپنے واسطے نہ مانگوں ، مگر دوسروں

کے فائدہ کے لئے مانگنے میں شرم نہیں آتی -]

माटी कहे कुम्हार से , तू क्या रूंधे मोहि , (۱۵)

इक दिन ऐसा होयगा , मैं रूंधोंगी तोहि ।

مٹی کہے کھار سے تو کیا روندے مونہ

اک دن ایسا ہوے گا میں روندوگی توہ

[مٹی کھار سے کہتی ہے تو مجھے کیا روندتا ہے ،

ایک دن آویگا کہ میں تجھے روندوں گی -]

جو درپن دےوا چھپ , تو درپن منجنت رھپ , (۱۶)

جب درپن لاگو کائی , تب درسن کیا نہ جائی ۔ ✕

جو درپن دیکھا چھپے تو درپن منجنت رھئے
جب درپن لاگے کائی تب درسن کیا نہ جائی

[اگر آئینہ دیکھنا چاہتے ہو تو اس کو مانجنتے
رہو، یعنی آئینہ کو صاف رکھو - اگر آئینہ میں میل
آ گیا تو روشن نہ ہوگا -] دل کی صفائی کی طرف
اشارہ ہے -

اکتھ کھانی پریم کی , کھڑی کھی نہ جانی , (۱۷)

گنگے کےری سرکرا , بیٹا مسکای ۔ ✕

اکتھ کھانی پریم کی کچھو کھی نہ جائے
گنگے کےری سرکرا بیٹھا مسکائے

[پریم کی کھانی بیان نہیں کی جا سکتی ، گنگے نے
شکر کھائی ، بیٹھا مسکرا رہا ہے -] جو لطف اس کو
آ رہا ہے اس کو بیان نہیں کر سکتا -

(۷) کبیر صاحب کی شاعری

کبیر بھگت تھے، شاعر نہیں تھے۔ وہ شاعری شاعری کے واسطے نہیں کرتے تھے۔ 'ن کو دنیا کی تلقین کے لئے اپنے خیالات کا اظہار مقصود تھا۔ وہ قدرتی شاعر تھے۔ اور اس واسطے انہوں نے شاعری کو اپنا آئہ کار بنایا۔ مگر وہ شاعری کے فن سے قطعی بے خبر تھے، اور پنکگل (عروض) نہیں جانتے تھے، نہ اس کی پروا کرتے تھے۔ جو لفظ جس طرح چاہتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں استعمال کر جاتے ہیں۔ اُن کی توجہ نفس مضمون کی طرف ہے، نہ کہ الفاظ کی طرف۔ انہوں نے شاعری کو بہ حیثیت فن کے حاصل نہیں کیا تھا۔ "کبیر گرنٹھاولی" میں بابو شیام سندھو داس صاحب صفحہ ۶ میں لکھتے ہیں:

ہندی سادھت کے اتھاس میں بھر گانھا کال کی سادھتی
پر مدھیہ کال کا آرنہم کبیر داس جی سے
ہوتا ہے۔ آت ایو اس کال کے وے آدی کوئی
ہیں۔ اُس سے بھاشا کا روپ پری مارجت اور
سنسکرت نہیں ہوا تھا۔ تس پر کبیر داس جی
سویم پڑھے لکھے نہیں تھے۔ انہوں نے جو کچھ
کہا ہے وہ ایلی پرتی بھا تتھا بھاؤکتا کے وشہ
بھوت ہوکر کہا ہے۔ ان میں کوئی اُنکا نہیں تھا

جتنی بھکتی اور بھاؤکتا تھی - اُن کی آت پت
بانی ہردے میں چبھنے والی ہے -

[ہندی ادب کی تاریخ میں زمانہ قدیم کے اختتام
پر زمانہ وسطیٰ کبیر داس جی سے شروع ہوتا ہے - اِس
زمانہ کے وہ پہلے شاعر ہیں - اُس وقت بھاشا زبان منضبط
نہیں ہوئی تھی ، اور کبیر داس جی پڑھے لکھے نہ تھے -
اُنہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ اپنی فطرت اور ذہن کے
زور سے کہا ہے - ان میں شاعری اتنی نہیں ہے جتنی
کم بھکتی - اُن کی شاعری دل میں اثر کرنے والی ہے -]

کبیر صاحب کی شاعری اُن کی طبیعت کی طرح کھری
ہے - اُنہوں نے اپنی شاعری پر صنعتوں کا ملمع نہیں چڑھایا ،
کیونکہ اُن کی سیدھی اور صاف فطرت تکلف اور تصنع
سے بہت دور تھی - وہ کبھی بلند پروازی کی کوشش نہیں
کرتے ، نہ اُن کو یہ فکر ہے کہ شاعری کے آسمان سے تارے
توڑ کر لائیں - اُن کو اگر تلاش ہے تو حق کی اور جستجو
ہے تو پریم کی - اپنے بلند و نصائح ذہن نشین کرانے کے لئے وہ
مثالیں اور تشبیہیں استعمال کرتے ہیں ، مگر پیش یا افتادہ -
اُن میں وہی باتیں ہیں جو اُن کے اور اُن کے ہمعصوروں
کے سامنے روزمرہ گزرتی تھیں - گمہار کی مٹی ، بندے کا
تولنا ، کھوت کا کھینا ، بید کا نبض دیکھنا ، چلندن کی خوشبو ،
چوگان کا کھیل ، یہ چیزیں وہ بے تکلف نظم کرتے ہیں اور
خوب نظم کرتے ہیں -

ساईں میرا بانیسا ، सहज करे ब्योपार , (۱)

बिन डांडी बिन पालड़े , तौले सब संसार ।

سائیں میرا بانیسا سہج کرے بھوپار

بن دانڈی بن پالڑے تولے سب سلسار

[میرا مالک بنایا ہے ، اور اپنا بیوپار سہل طریقہ

سے کرتا ہے ، بغیر دانڈی اور پلڑے کے ساری دنیا کو

تول ڈالتا ہے -]

तेरा साईं तुझमें , ज्यों तिल मांहि तेल । (۲)

तेरा सौंन तेज्ज में जीوں तल माहें तेल

[تیرا مالک تجھ میں جیوں اس طرح ہے جس طرح تل

کے اندر تیل -]

जब पार उतरना चाहिए , तब केवट से मिल रहिए । (۳)

جب پار اُترنا چھئے تب کھوت سے مل رہئے

[جب پار اُترنا چاہو تو کھوت (ملاح) سے مل رہو -]

कबिरा बैद बुलाइया , पकरके देखी बांह , (۴)

बैद न बेदन जानिए , करक करेजे मांहि ।

کبرا بید بلایا پکر کے دیکھی بانہ

بید نہ بیدن جانئے کرک کریجے مانہ

[کبر نے بید کو بلایا ، بید نے بانہ پکر کے دیکھی -

بید تکلیف کو نہیں جانتا ، درد تو کلیجے میں ہے -]

دیکھئے فارسی شاعر اسی خیال کو اپنے طریقہ سے باندھتا

ہے -

آگاہ نئی تپ دروں را

نشتہر چہ زنی دگ بروں را

ہیرا تہاں نہ کھولیں ، جہں کھوٹی ہے ہاٹ ، (۵)

کسکر باںڈو گاٹری ، اٹھکر چالو ہاٹ ۔

ہیرا تہاں نہ کھولئے جہاں کھوٹی ہے ہاٹ

کسکر باندھو گاٹری اُتھ کر چالو ہاٹ

[جہاں بازار کھوتا ہے وہاں ہیرا نہ کھلو - گتھری

کسکر باندھو اور بازار سے چل دو -]

چندن گیا بدیسڈے ، سب کوئی کہے پلاس ، (۶)

جیوں جیوں چولہے بھونکیا ، ت्यों ت्यों اذکی باس ،

چندن گیا بدیسڈے سب کوئی کہے پلاس

جیوں جیوں چولہے بھونکیا تہوں تہوں ادھکی باس

[چندن پردیس گیا ، لوگ اسے دھاک سسجے - جوں

جوں جلیا گیا اُس کی خوشبو تیز ہوئی -]

چنڈی چاवल لے چلی ، بیچ میں مل گئی دار ، (۷)

کھ کبیر دوز نا ملے ، اک لے دوزی ڈار ۔

چھوٹی چاول لے چلی بیچ میں مل گئی دار

کہ کبیر دوز نا ملے اک لے دوجی دار

[چیدوننتی چاول لے کے چلی، راستہ میں دال مل
گئی - کبیر کہتا ہے دونوں نہیں مل سکتے - ایک لو،
دوسرے کو چھوڑو -]

وہ بھگت تھے، صوفی ملش تھے، اُن کو سرِّ حق کی تلاش
تھی مگر یہ جانتے تھے کہ کبھی کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ
جب حقیقت معلوم ہو جاتی ہے تو زبان بلد ہو جاتی
ہے - اُن را کہ خبر شد خبرش باز نہ آمد

اس نکتہ کو سمجھانے کے لئے وہ ایک خاص تشبیہ اکثر
استعمال کرتے ہیں -

کھ کبیر گُنگے گُڈِ کھایا، پُھلے تو کھا کھیا۔

کہ کبیر گونگے گڑ کھایا پوچھے تو کیا کہئے

شیخ ابراہیم ذوق نے اس کو دوسری طرح کہا ہے —

بیان دردِ محبت جو ہو تو کیونکر ہو

زبانِ دل کے لئے ہے، نہ دلِ زبان کے لئے

کبیر صاحب کی زبان عوام کی زبان تھی - وہ جو
کچھ کہتے تھے عوام کی زبان میں کہتے تھے - الفاظ کی
صحت کی ان کو فکر نہیں - جو لفظ جس طرح عوام کی
بولی میں رائج تھا اس کو اسی طرح نظم کر دیتے تھے، اور
کبھی کبھی نظم کی ضرورت سے لفظوں کو توڑ مڑوڑ ڈالتے
تھے - مثلاً 'کبیر کو کبیر'، 'کبرا'، 'کبیرا'، 'کاشی کو کاسی'، 'خزانہ
کو کھچانا'، 'زمانہ کو جمانا'، 'زمین کو جسی'، 'خطبہ کو کتبہ'،

بدلی کو بدلیا ، محل کو محلہ ، درویش کو درویشا ، مقام کو مکاما ، غفلت کو گپھلائی ، کتاب کو کتیب ، اُبچے کو اوپچے ، کیا کو کی آ ، وغیرہ -

بھاشا کے ماہروں کی رائے ہے کہ کبیر صاحب کی زبان پیچ میل مٹھائی ہے - اس میں برج بھاشا ، کھڑی بولی ، پنجابی ، راجستھانی ، سبھی کے الفاظ ملتے ہیں - انہوں نے خود کئی جگہ کہا ہے کہ میری بولی پوربی ہے - گو یہ کہنا مشکل ہے کہ پوربی سے ان کی کیا مراد تھی مگر یہ بات تو ان کے کلام سے ظاہر ہوتی ہے کہ بھاری متحارروں اور بھاری لہجہ کا ان پر کافی اثر تھا - اس پیچ میل مٹھائی کے غالباً دو سبب ہیں - اول یہ کہ کبیر صاحب پڑھے لکھے نہ تھے ، اس واسطے اُن کی زبان اور ویاکرن (صرف و نحو) میں استقلال نہ تھا - اپنی طویل سیر و سیاحت میں وہ ملکوں ملکوں پھرے تھے اور ہر جگہ کے سنتوں اور درویشوں سے ان کی صحبت رہی تھی ، اس واسطے مختلف صوبوں اور ملکوں کی زبان اور لہجہ کا اثر اُنہوں نے قبول کر لیا تھا - دوسری بات یہ کہ وہ زبان کی صحت اور ویاکرن اور پنگل کے قواعد کی پروا نہیں کرتے تھے - جس موقع پر جس لفظ سے ان کا مطلب عمدہ طور سے ادا ہوتا تھا ، جہاں پر جو لفظ جس شکل میں اُن کی شاعری میں کہپ جاتا تھا وہاں وہ اس کو بے تکلف استعمال کر جاتے تھے - اُن کو اپنے خیالات کے اظہار سے مطلب تھا ، نہ عروض کے قاعدوں سے ، نہ گرامر کے ضبط سے -

شعر می گویم بہ از آب حیات
من نہ دانم فاعلاتن فاعلات

فارسی عربی کے الفاظ تو چند کوی کے یہاں بھی ملتے
ہیں - کبیر کے زمانہ میں مسلمانوں کو ہندوستان میں آئے
ہوئے کئی صدیاں گزر چکی تھیں، اور روزمرہ کے کاروبار میں
سیکڑوں الفاظ فارسی عربی کے رائج تھے - کبیر صاحب ان
الفاظ کو بے دھڑک استعمال کرتے ہیں -

(۱) اؤگن کیرے تو بھو کیرے ، کرت نہ مانی ہار ،

भावै बंदा बकसिये , भावै गरदन मार ।

اُوگن کئے تو بہو کئے کرت نہ مانی ہار

بھاوے بندہ بکسئے * بھاوے گردن مار

[گناہ تو بہت کئے اور کرتے ہوئے ہار نہ مانی،

چاہے بندہ کو بخشئے چاہے گردن مارئے -]

(۲) चलन चलन सब कोई कहें , मोहे अंदेसा और ,

साहब से परिचय नहीं , पहुंचेंगे कोहि ठौर ।

چلن چلن سب کوئی کہیں موہے اندیسا اور

صاحب سے پریچے نہیں پہونچینگے کوہی تھور

[چلنے کو سب لوگ کہتے ہیں، متجھے اور ہی

اندیشہ ہے - صاحب سے جان پہچان تو ہے نہیں، کیسے

پہونچینگے -]

پد جوڈے سااخی کھے ، سااخن پاری گئی رخصت ، (۳)

کاڈا جڈ پوے نہیں ، کاڈ پیٹن کی ہوس ۔

پد جوڑے سااھی کھے سادھن پری گئی دوس
کارھا جل پیوے نہیں کارھ پین کی ہوس *

[پد جوڑتا ہے ، سااھی کہتا ہے ، اس کی عادت پڑ گئی
ہے ۔ بہرا ہوا پانی نہیں پیتا ، بہر کر پینے کی ہوس
ہے ۔]

آب گئی آدر گیا ، نینن گیا سنےہ ، (۴)

یہ تینوں تب ہی گئے ، جبھی کہا کچھ دیکھ ۔

آب † گئی آدر گیا نینن گیا سنےہ
یہ تینوں تب ہی گئے جب ہی کہا کچھ دیکھ

[آبرو گئی ، عزت گئی ، آنکھوں سے مروت گئی ۔
جب کسی سے کچھ مانگا تو یہ تینوں چھڑیں جانی
دھیں ۔]

اکل ارس سے اتری ، بیڈنا دیہی باڈ ۔ (۵)

اکل ‡ ارس § سے اتری بدھنا دیہی بانٹ

[عقل عرش سے اتری ۔ خدا نے بانٹ دی ۔]

بندے کو اتنی غنی ، پڑا رہے دربار ۔ (۶)

† آب = آبرو

* ہوس = ہوس

§ ارس = عرش

‡ اکل = عقل

بلندے کو اتلي گھڙي پڙا ره دربار

[بلندہ کو اتلا بہت ھ ڪم دربار ميں پڙا ره -]

جुआ, चोरी, मुखबिरी , ब्याज, घूस, परनार , (۷)

जो चाहे दीदार को , एतु बस्तु बिनार ।

جوا چوري مُخبري بھاج گھوس پر نار

جو چاهے دیدار کو ایتو بستو بنار

[جوا، چوري، مُخبري، سود، رشوت، دوسرے کي

عورت، اگر دیدار چاہتا ھ تو ان چیزوں کو چھوڑ دے -]

औगुन मेरे बापजी , बक्स गरीब नवाज , (۸)

जौ मैं पूत कपूत हूं , तऊ पिता की लाज ।

آوگن میرے باپ جي بڪس* گریب نواج†

جو ميں پوت ڪپوت ھوں تو رُ پتا کي لاج

[اے باپ جي، تم غریب نواز ھو، میرے گناھوں

کو بخش دو - اگر ميں ناخلف لڙڪا ھوں تب بهي

باپ هي ڪو اِس کي شرم ھ -]

کبير صاحب کبھي کبھي اُلتِي پلتي باتين بهي ڪه

جائے تھ - چوها بلي ڪو ڪھا ڪھا، سندر لهر ميں سا ڪھا،

وغیرہ - ان کي شاعري ميں اس رنگ ڪو اُلتوانسي ڪهتے ھيں -

اس ڪے معنيٰ لوگ اپني اپني سمجھ ڪے مطابق لکائے

ھيں - اُلتوانسي کي ايڪ مثال يہ ھ -

देखو लोगو हरि की सगाई ,
 माय धरे पति धिये संग जाई ।
 सास ननद मिलि अदल चलाई ,
 मादर या गृह बेटी जाई ।
 हम बहनोई राम मोर सारा ,
 हम हैं बाप, हरि पुत्र हमारा ।
 कहे कबीर हरि के बूता ,
 राम रमै ते कुकरी के पूता ।
 دیکھو لوگو ہری کی سگائی
 مائے دھرے پت دھئے سنگ جائی
 ساس نند مل ادل چلائی
 مادر یا گویہ بیٹی جائی
 ہم بھنویں رام مور سارا
 ہم ہیں باپ ہری پتر ہمارا
 کہی کبیر ہری کے پوتا
 رام رمے تے گکری کے پوتا

ان سب باتوں کو مان کر اور ان نقائص کو قبول کرنے
 کے بعد بھی یہ کہنا پوتا ہے کہ چاہے معترض کا یہ اعتراض
 تھیک ہو کہ کبیر صاحب کی شاعری میں شیرینی اور دس
 نہیں ہے، مگر ان کا کلام اس بات کا شاہد ہے کہ وہ فطری
 اور قدرتی شاعر تھے۔ ان کا کلام دل سے نکلتا ہے اور دل
 میں بیٹھ جاتا ہے۔ اور شاعری کا اصلی مآل یہی ہے۔ میں
 اپنے اس بیان کے ثبوت میں چند نمونے پیش کرتا ہوں۔

(۱)
 मुखड़ा क्या देखे दरपन में , तेरे दया धरम नहीं तन में ,
 आमकी डार कोइलिया बोले , सूदना बोले बन में ,
 घरबारी तो घर में राजी , फकड़ राजी बन में ,
 ऐंठी धोती पाग लपेटی , तेल चुआ जुलफन में ,
 गली गली की सखी रिझायें , दाग लगाया तन में ,
 पत्थर की एक नाव बनाई . उतरा चाहे छन में ,
 कहे कबार सुनो भई साधो , वह क्या चढ़ें रन में ।

مکھڑا کیا دیکھے درپن میں تیرے دیا دھرم نہیں تن میں
 آم کی دار کوئلیا بولے سودنا بولے بن میں
 گھر باری تو گھر میں راجی پھکڑ راجی بن میں
 اینٹھی دھوتی پاگ لپیٹتی تیل چوا جُلپھن میں
 گلی گلی کی سبھی رجھائیں داگ لگایا تن میں
 پتھر کی ایک ناؤ بنائی اُترا چاہے چھن میں
 کہے کبیر سنو بھئی سادھو وہ کیا چڑھیں رن میں

[اپنا منہ اُٹیلہ میں کیا دیکھتا ہے ؟ تیرے تن میں
 دیا دھرم نہیں ہے - آم کی ڈال پر کوئل بولتی ہے ، طوطا
 جنگل میں بولتا ہے ، گھر والے گھر میں راضی ہیں پھکڑ
 جنگل میں راضی ہیں - اینٹھی دھوتی باندھے ہے ، پگڑی
 لپیٹے ہے ، اور زلفوں میں تیل ڈالے ہے ، گلی گلی عورتوں
 کو رجھا کر اپنے تن میں داغ لگاتا ہے - پتھر کی ناؤ بناکر
 ایک لسمہ میں پار اُترنا چاہتا ہے - کبیر کہتا ہے کہ ایسے
 لوگ کیا رن پر چڑھیں گے !]

سमझ देख मन मीत पियरवा , आसिक होके सोना क्या रे ? (۱)

رکھا سؤھا گم کا ٹوکڑا , میٹا اور سلونہا کیا रे ?

पाया हो तो दे ले प्यारे , पाय पाय कै खोना क्या रे ?

जिन आंखिन में नींद घनेरी , तकिया और बिछौना क्या रे ?

कहे कबीर सुनो भई साधो , सीस दिया तब रोना क्या रे ?

سمجھ، دیکھ من میت پیروا آسک ہوکے سونا کیا دے

روکھا سوکھا گم کا ٹکڑا میٹھا اور سلونا کیا دے

پایا ہو تو دے لے پیارے پائے پائے کے کھونا کیا دے

جن آنکھوں میں نیند گہری تکیہ اور بچھونا کیا دے

کہے کبیر سُنو بھئی سادھو سیس دیا تب رونا کیا دے

[اے میرے پیارے دوست ، عاشق ہو کر سونا کیا ؟

غم کا روکھا سوکھا ٹکڑا ملتا ہے تو اس میں میٹھا اور

نسکیں کیا ؟ جو پایا ہو تو دے لے ، پیارے - پاکر پھر کھونا

کیا ؟ جب آنکھوں میں نیند گہری ہے تو تکیہ اور بچھونا کیا ؟

کبیر کہتے ہیں کہ جب سر دیا تو رونا کیا -]

सुंदर देह देखि जिन भूलो , भपट लेट जस बाज बटेरा , (۲)

यह देहि को गरभ न कीजे , उड़ पंछी जस लेट बसेरा ,

या नगरी में रहन न पैहो , जो रहि जाग न दुख घनेरा ,

कहैं कबीर सुनो भई साधो , मानुष जनम न पैहो फेरा ।

سندر دیہ دیکھ جن بھولو جھپٹ لیت جس باج بٹھرا

یہ دیہی کو گرب نہ کہجے اُڑ پنچھی جس لیت بسیرا

یا نگری میں رہن نہ پیہو کوئی دھی جاگ نہ دکھ گھنہرا

کہیں کبیر سٹو بھٹی سادھو مانگہ، جنم نہ پھو پھرا

[خوبصورت جسم پر نہ بھولو - جس طرح باز بٹھ
کو جھپٹ لیتا ہے اسی طرح موت تم کو جھپٹ لے گی -
اس بدن پر غرور مت کرو، جس طرح پلچھی اُڑ کر
بسیرا لیتا ہے اسی طرح جان تن سے نکل جاویگی -
اس شہر میں رھنے نہ پاؤ گے، اس میں دُکھ بہت ہے -
کبیر کہتے ہیں کہ آدمی کا جنم پھر نہ پاؤ گے -]

گुड़िया गुड़वा सूप सुपळिया , (۳)
तजि दै बुध ळरिक्इयां खेलन की ।
देवता पितर भवैयां भवानी ,
यह मारग चौरासी चलन की ।
ऊंचा महल अजब रंग बंगला ,
साईं सेज वहां लागी फूलन की ।
तन मन धन सब अरपन करि ,
ध्यान सुरत सम्हारो परो पइयां सजन की ।
कह कबीर निर्भय हो हंसा ,
कुंजी बतादेउं ताला खोलन की ।

گُڑیا گُڑوا سوپ سہلیا نج دے بدھ، لڑکیاں کھیلن کی
دیونا پتر بھریاں بھوانی یہ مارگ چوراسی چلن کی
اونچا محل عجب رنگ بلکلا ساٹھیں سیج وھاں لاگی پھولن کی
تن من دھن سب آدین کر وھاں سرت سہارو پرو پیاں سجن کی
کہ کبیر نربہ ہو ہنسا کلجی بتا دیوں تالا کھولن کی

[گڑیا، گڈا، سوپ، سپلیا، یہ بچپن کے کھیل ہیں -
 ان کو چھوڑ دے - دیوتا پتر بھوانی ان کا راستہ چوراسی
 چلن کا یعنی آواگوں کا راستہ ہے - اونچا متعل عجیب
 رنگ کا بنکلا ہے، وہاں پھولوں کی سیج مالک کے واسطے
 لگی ہے - تن من دھن سب قربان کر کے اپنے محبوب کے
 پاؤں پڑوں گا - کبیر کہتے ہیں اے جیو آتما، خوف نہ کر،
 میں تجھ کو قفل کھولنے کی کنجی بتا دوں گا -]

(۸) کبیر پنتھ

میں نہیں سمجھتا کہ کبیر صاحب کا منشا تھا کہ وہ کوئی نیا مذہب جاری کریں یا کسی نئے فرقے کی بنیاد لیں، مگر اس وقت ہندوستان میں ایک گروہ ان کے نام سے نامزد ہے اور کبیر پنتھ کہلاتا ہے۔ مگر میں کچھ مسلمان اس وقت تک کبیر پنتھ میں شریک نہیں، مگر ان کو چھوڑ کر اور سب کبیر پنتھی ہندو ہیں، اور شمالی ہندوستان اور صوبجات متوسط میں پھیلے ہوئے ہیں۔ کبیر صاحب ذات پات کے سخت مخالف تھے، اور کبیر پنتھیوں کے گروہ میں بڑی تعداد ان ذاتوں کی ہے جو ہمارے ملک میں ”نیچ ذات“ کے نام سے پکاری جاتی ہیں۔ ان میں دنیا دار بھی ہیں اور بھراگی فقیر بھی۔ مردم شناسی کی رپورٹ میں ان کی تعداد نو دس لاکھ بیان کی گئی ہے۔ کبیر پنتھیوں کی دو بڑی گدیاں ہیں۔ بنارس میں کبیر چوراہہ مقام ہے جہاں کبیر صاحب تعلیم دیا کرتے تھے۔ یہاں پر ایک مٹھ بنایا گیا ہے، اس کے مندر میں ایک کھڑاؤ رکھی ہے اور اس کے اندر پانچ مہلتوں کی سادھیں ہیں۔ اس کے قریب ایک احاطہ ہے جس میں بھراگی عورتیں رہتی ہیں اور مائی لوگ کہلاتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس احاطہ کی زمین پر کسی زمانہ میں نہرو کا مکان تھا۔ یہاں ہر سال جنوری کے مہینے میں میلہ ہوتا ہے اور کبیر پنتھیوں کا ایک بڑا گروہ

کبیر چورے کے مہلتوں کو اپنا پیشوا سمجھتا ہے - دوسری گدی جبلپور کے قریب باندوگڑھ میں تھی جو اب دھام کھیرے کو منتقل ہو گئی ہے - اس گدی کے قائم کرنے والے کبیر صاحب کے چیلے دھرم داس تھے - روایت ہے کہ کبیر صاحب سے اور ان سے پہلے پہل بنارس میں ملاقات ہوئی - کبیر صاحب نے مورت پوجنے پر ان کو لعنت ملامت کی، اس کے بعد ہرنادین میں ملاقات ہوئی، اور اس مرتبہ جس مورتی کی پوجا دھرم داس کر رہے تھے اس کو کبیر صاحب نے اُٹھا کر دریا میں پھینک دیا - تیسری مرتبہ باندوگڑھ میں ملاقات ہوئی - دھرم داس بنئے تھے - کبیر صاحب نے ان کو پھر برا بھلا کہا، اور پوچھا کہ جن پتھروں سے تم اپنے ترازو کے بانٹ بناتے ہو انہیں پتھروں کی مورتیوں کو کس طرح پوجتے ہو؟ اس مرتبہ کبیر صاحب کی نصیحت کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ دھرم داس اور ان کی بیوی دونوں کبیر صاحب کے چیلے ہو گئے - باندوگڑھ کی گدی کے مہلت انہیں دھرم داس کی اولاد ہیں - کبیر بلتھیوں کی دس اور گدیاں ہیں جو مختلف مریدوں نے قائم کی ہیں -

کبیر صاحب کرم کاند کے مخالف تھے - وہ بھکتی کے معتقد تھے، اور بھکتی کو ایک روحانی جذبہ سمجھتے تھے - ظاہری نمائش کے تماشوں اور رسم و رواج کے قہود سے قطعی بے نیاز تھے، مگر کبیر پنتھی ایک پنتھ، یا گروہ کی حیثیت سے انہیں قہود میں گرفتار ہیں - وسکت صاحب اپنی کتاب کے چہٹھے باب میں دو چھڑوں کا خاص طور سے ذکر کرتے ہیں، ایک

چرنامرت، دوسرے پروانہ - چرنامرت وہ پانی ہے جس سے مہنت کے پاؤں دھوئے جاتے ہیں - اس پانی سے مٹی سانی جاتی ہے اور اس کی گولیاں بناکر مریدوں کو تقسیم کی جاتی ہیں - پروانہ پان کے ایک تکرے کا نام ہے - رات کو اس جمع کی جاتی ہے اور اس اوس سے مہنت جی پان کے پتوں پر ایشور کا نام لکھتے ہیں - یہ پان متبرک خیال کئے جاتے ہیں اور ان کے چھوٹے چھوٹے تکرے معتقدین کو تقسیم کئے جاتے ہیں - اسی طرح کے اور رسم و رواج ہیں جن کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں معلوم ہوتی - وسکت صاحب نے ان کو اپنی کتاب میں وضاحت سے بیان کیا ہے -

کبیر صاحب کی جو کچھ قدر و منزلت ہے، ان کا جو درجہ ہندوستان کی تاریخ اور ہندو مذہب کے ارتقا میں ہے، وہ اس وجہ سے نہیں کہ کبیر پنٿم کے نام سے ایک فرقہ ان کے مریدوں کا قائم ہے بلکہ اس وجہ سے کہ شمالی ہندوستان کے ہندوؤں میں ان کی تعلیم کے اثر سے چند ایسے مذہبی اور سوشل اصولوں کی اشاعت ہوئی جن کی ہندوؤں کو سخت ضرورت تھی - کبیر صاحب نے قدما کے طریق سے ہٹ کر نئے خیالات کا اظہار کیا، اور جن پرانی بانوں کو وہ برا اور مضر سمجھتے تھے ان کی انہوں نے دنگے کی چوٹ مذمت کی - انہوں نے ہندو مسلمانوں کے اختلافات دور کرنے کی کوشش کی اور گو وہ اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوئے تاہم وہ آئندہ کے واسطے ایک ایسی مثال قائم کر گئے جو ہمارے زمانہ میں معحبان وطن کے لئے چراغ ہدایت کا کام دے سکتی ہے -

(۹) کتابوں کی فہرست

اگر کبیر صاحب اور کبیر پنتم کے متعلق مزید تحقیقات کا شوق ہو تو یہ کتابیں پڑھئے : —

(۱) آدی گرتھ - سکھوں کی مقدس کتاب ہے - اس میں گورو نانک صاحب کے علاوہ دوسرے بزرگوں کا کلام بھی درج ہے - کبیر صاحب کا بہت کچھ کلام اس میں ملتا ہے -

(۲) بیجک - کبیر صاحب کے کلام کا مجموعہ ہے - اس کے کئی ایڈیشن ہیں - سب سے مشہور وہ ایڈیشن ہے جس کو مہاراجہ وشو ناتھ سنگھ والٹی ریواں نے تالیف کر کے نولکشور پریس لکھنؤ سے شائع کرایا تھا - اس میں کبیر صاحب کے کلام کی شرح بھی درج ہے اور اس کو ہندو مذہب کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے - پادری احمد شاہ نے ایک ایڈیشن سنہ ۱۹۱۱ء میں ہمیرپور سے شائع کیا تھا -

(۳) کبیر کسرتی - کبیر پنتم کے پانچ بزرگوں کی تصنیف ہے - کتابی باتوں کے علاوہ اس میں وہ احوال بھی درج ہیں جو کبیر پنتموں میں

سینہ بسینہ چلے آتے ہیں - کبیر کسوٹی سنہ ۱۸۸۵
میں بمبئی میں چھپی تھی -

(۴) کبیر بچداولي - مرتبہ پنڈت ایودھیا سنگھ جی
اُپادھیائے - یہ کتاب بنارس کی ناگري پرچارني
سبھا کی طرف سے منورنجن پستک مالا سیریز
میں شائع ہوئی ہے - اس میں ۱۱۲ صفحات
کا ایک بسیط مقدمہ ہے اور باقی کتاب میں
کبیر صاحب کا کلام درج ہے -

(۵) کبیر گونٹھاولي - مرتبہ بابو شیم سندر داس جی
بي، اے - یہ کتاب بنارس کی ناگري پرچارني
سبھا کی گونٹھ مالا سیریز میں شائع ہوئی ہے -
اس میں ۷۱ صفحات کا ایک مقدمہ ہے اور اس
کے بعد کبیر صاحب کا کلام درج ہے -

(۶) فورتن - مرتبہ پنڈت گنیش بہاری مسر، پنڈت
شیم بہاری مسر اور پنڈت سکدیو بہاری مسر -
اس کتاب میں ہندی کے نو مشہور شاعروں کا
ذکر ہے اور کبیر داس کے حالات معہ ان کے
کلام کے نمونوں کے درج ہیں -

(۷) گوتا گومہيي - مصنفہ پنڈت رام نریش تری پاتھی
(ہندی [ملندر، پریاگ] - اس کتاب کے پانچ حصے
ہیں - پہلے حصہ میں پرانے ہندی شاعروں کا بیان ہے،

اور اسی سلسلہ میں کبیر صاحب کا بھی ذکر ہے -
 دوسرا حصہ ہندی کے نئے شعرا کے متعلق ہے ،
 تیسرے حصہ میں سلسکرت اور چوتھے میں
 اردو شعرا کا تذکرہ ہے - پانچویں حصے میں
 دیہات کے گیتوں کا دلچسپ مجموعہ ہے -

(۸) آئین اکبری - کے دفتر دوم میں صوبہ بلتال کے
 تحت میں کٹک کا بیان ہے ، اسی سلسلہ میں
 کبیر صاحب کا ذکر بھی آگیا ہے -

(۹) دبستان مذاہب - مصنفہ محسن فانی ، مطبوعہ
 نولکشور پریس لکھنؤ سنہ ۱۸۸۱ ع - اس کتاب
 میں مختلف مذاہب کا مفصل بیان ہے - مثلاً
 پارسی ، ہندو ، یہود ، نصاریٰ ، اسلام ، وغیرہ - اس میں
 ویشنوروں کے ذیل میں پیرائیکوں کا حال لکھا ہے
 اور اسی سلسلہ میں کبیر صاحب کے حالات
 بیان کئے ہیں -

(۱۰) خزینۃ الاصفیا - مصنفہ مولوی غلام سرور - سنہ
 ۱۸۶۸ ع میں لاہور سے شائع ہوئی تھی -

(۱۱) بھگت مال - یہ کتاب کئی سو برس ہوئے
 نابھاجی نے لکھی تھی - سوامی پریہ داس نے اس
 کی شرح لکھی - اس کے کئی ترجمے اردو میں
 ہوئے - رائے تلسی رام کا ترجمہ نولکشور پریس

لکھنو سے شائع ہوا ہے - اس میں سیکڑوں بھکتوں اور سنتوں کے حالات درج ہیں -

(۱۲) رہنمایان ہند - مترجمہ بابو ناراین پرشاد ورما صاحب مہر تخلص - یہ کتاب ایک انگریزی کتاب پرافٹس آف انڈیا (Prophets of India) کا ترجمہ ہے - انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن نے سنہ ۱۹۰۴ء میں اسے چھوایا تھا - اب کمیاب ہے -

(۱۳) کبیر صاحب اور اُن کی تعلیم - از بابو شیوبرت لال ورمنا صاحب ام اے ، رفاہ عام اسٹیم پریس سنہ ۱۹۰۸ء -

(۱۴) کبیر جنم ساکھی - مؤلفہ منشی محمد جلیل صاحب انصاری شاہجہاں پریس دہلی سنہ ۱۹۲۵ء - مگر میں کبیر صاحب نے وفات پائی تھی - مؤلف نے اس مقام کو خود جاکر دیکھا ہے اور وہاں کے چشم دید حالات لکھے ہیں -

(۱۵) ہوریس ہیمن ولسن (Horace Hayman Wilson) :

ایک مشہور انگریزی مستشرق ہے - اُنیسویں صدی کے شروع میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا نوکر ہو کر کلکتہ آیا اور مختلف عہدوں پر تعینات رہا - سلسلہ زبان سیکھی اور بلکال کی ایشیائیک سوسائٹی کا بیس برس تک سکریٹری رہا - اس نے ہندوؤں کے

مذہب اور سلسکرت علوم کے متعلق مختلف مضامین اور کتابیں لکھیں۔ ان میں سے ایک کا نام ہے ایسیز اینڈ لکچرز آن دی رلیجن آف دی ہندوز (Essays and Lectures on the Religion of the Hindus) اس میں ایک مستقل باب کبیر پنٹھیوں کے متعلق ہے۔

(۱۶) جرمنی میں ایک سلسلہ تصانیف انسائیکلو پیڈیا آف انڈو آریین ریسرچ (Encyclopedia of Indo-Aryan Research) کے نام سے شائع ہوتا تھا۔ اسی سلسلہ میں سر رام کرشن گوپال بھنڈارکر کی ایک تصنیف ویشنو وائزم شیو وائزم اینڈ ادر مائنر رلیجس سسٹمز (Vaishnavism, Shaivism, and other Minor Religious Systems) کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ اس کے انیسویں باب میں کبیر صاحب کا بیان ہے۔

(۱۷) سر ولیم ہنٹر کی تصنیف دی انڈین امپائر (The Indian Empire) اس میں کئی باب ہندوؤں کے عقائد و فرائض اور ہندو مذہب کے ارتقا کے متعلق ہیں۔

(۱۸) کبیر اینڈ دی کبیر پنٹھ (Kabir and the Kabir Panth) مصنفہ ریورنڈ جی، ایچ،

وسکت - مطبوعہ کرائسٹ چرچ مشن، کانپور -
سنہ ۱۹۰۷ء -

(۱۹) دی بیجک آف کبیر (The Bijak of Kabir)
مرتبہ دیورند احمد شاہ مطبوعہ همیرپور سنہ
۱۹۱۷ء -

(۲۰) کبیر داس اور اُن کی شاعری از منشی یوسف
حسین مطبوعہ رسالہ ”اردو“ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء -

-- تمام شد --

انڈکس

صفحہ

(ا)

- ۶۷ . . . اسلام - اس کا اثر کبیر صاحب پر
۶۸ . . . اس کا اثر شمالی ہندوستان میں .
آواگون (دیکھو "تناسخ")

(ب)

- ۱۶ . . . بدھ کے حالات .
۱۸ . . . ان کی تعلیم کی بنا تناسخ پر
۱۹ . . . مسئلہ نروان
۲۰ . . . بدھ مت - اس کا عروج
۲۱ . . . اس کا زوال
۲۲ . . . بھکتی - اس کی تحریک
۳۵ . . . اس کا طریقہ
۹۳ . . . کبیر صاحب کی تلقین

(پ)

- ،، . . . پریم - کبیر صاحب کی تلقین

(ت)

- ۲۶ . . . تناسخ - ہندو مذہب میں
۱۸ . . . اس پر بدھ کی تعلیم کی بنا
۳۰ . . . مسلمانوں میں
۱۱۴ . . . کبیر صاحب اس کے قائل ہیں

صفحہ

۶۲	ان کی بھکتی
۱۱۳	ان کا قائل تناسخ ہونا
۷۲ و ۹۰	دام نام سے ان کا مطلب
۸۶	یہ پیر اولیا کے قائل نہیں
۸۷ و ۸۹	یہ آوتاروں کے قائل نہیں
	مذہبی نسائش و رسم و رواج سے ان کی
۱۰۷	بیزاری
۶۲	ہندو مسلمان دونوں سے ان کا اختلاف
۶۷	ان پر اسلام کا اثر
۶۹	ان پر عیسائیت کا کوئی اثر نہیں
۷۲	ان کی رحلت
۷۳	ان کے کشف و کرامات کی روایات
۱۱۶	ان کی نظروں میں ہندو مسلمان کی مساوات
۱۲۵	ان کی شاعری
۷۵	ان کی مشہور تصانیف
	ان پر لیٹریچر

(م)

۱	مذہب - اس کے معنی
۳	اس کی مختلف صورتیں
۶	اس میں اختلاف کی وجہ
۸	اس کا ارتقاء

(دیکھو "نجات")

(ن)

۴۰	نجات - اس کے معنی
----	-------------------

۲۶	ہندو مذہب - اس کے اصول
۸	اس میں ارتقاء کے مدارج
۹	اس کی تاریخ میں روشن خیال بزرگ
۱۱	اس کا ارتقاء
۳۴	اس میں ودن آشرم
۳۶	اس میں آشرم دھرم
۴۰	اس میں رواداری
۳۸	اس میں آہنسا
۳۲	اس کے پیرو مشرک نہیں

